بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ (قرآن مجید)

مقامع الحدید علیٰ رأس العنید معروف بہ

مُلّا علی قاری

اور

سرفراز گکھڑوی

یعنی مولوی سرفراز گکھڑوی کے رسالہ "مُلّا علی قاری اور مسئلہ علم غیب اور حاضر ناظر" کا مدلل اور دندان شکن جواب

تالیف

مولانا الحاج مفتی محمد فرید صاحب رضوی سعیدی ہزاروی

فاضل انوار العلوم و صدر مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ فاروق گنج گوجرانوالہ

ناشر

مکتبہ رضائے مصطفےٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ

شرفِ انتساب:۔ عہدِ حاضر کے وہ ممتاز رہنما جنھوں نے اپنی ضوفشانیوں سے اطرافِ عالم کو منور کر رکھا ہے۔ اور جن کی سادگی پر زینت و آرائش کی ہزاروں رعنائیاں قربان ہیں۔ جن کی آغوشِ تربیت نے مجھے سنبھالا اور مجھ ذرّہ ناچیز کو اپنی غلامی کا شرف بخشا۔ مَیں اپنی اس کاوشِ ذہنی کو اسی ذاتِ گرامی کی طرف منسوب کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ یعنی استاذ العلماء بحر العلوم حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور و مہتمم مدرسہ انوار العلوم ملتان۔

ناچیز۔ محمد فرید رضوی سعیدی ہزاروی

حروفِ دیوبند کی حقیقت و اصلیّت

د ــــ ی ــــ و ــــ ب ــــ ن ــــ د

دغا کی دال ہے یاجوج کی ہے یؔ اِس میں
وطن فروشی کا واؤ بدی کی بؔ اس میں
جو اس کے نوؔن بین نارِ جحیم غلطاں ہے
تو اس کی داؔل سے دہقانیت نمایاں ہے
ملے یہ حرف تو بیچارہ دیوبند بنا
بُرے خمیر سے یہ شہر ناپسند بنا

(ماہنامہ "تجلی" دیوبند۔ فروری ۱۹۵۷ء)

سببِ تالیف

چند دن ہوئے مجھے محترم محمد صدیق صاحب فانی نقشبندی نے مولوی سرفراز گکھڑی کا رسالہ مسمی بہ "ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر ناظر" دکھایا اور ساتھ ہی حکم فرمایا کہ اس کا تردیدی جواب بھی لکھا جائے جس کو شائع کر کے کم علم طلباء و سادہ لوح مسلمانوں اور عوام کالانعام کو اس کے دجل و فریب سے بچایا جا سکے۔ چنانچہ میں نے فانی صاحب کی فرمائش کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اپنے اس رسالہ معجالہ میں اس کے مکر و فریب کو آشکارہ کر دیا ہے اور اس کی دھوکہ دہی کے راز کو طشت از بام کر دیا ہے اور اس کی شطارت کے بھانڈے کو عین چوراہے میں پھوڑ دیا ہے اور ملا علی قاری کی معتبر و مستند کتابوں سے حضور علیہ السلام کے علم ماکان و مایکون کی تمام کلیات و جزئیات کو اور علوم خمسہ سے خصوصاً علم قیامت کو نہایت وضاحت سے ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی مخالف کے پیش کردہ دلائل کا صحیح مفہوم و محل پیش کیا ہے۔ اور اس کی بنیادی غلطیوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ باری تعالیٰ اس رسالہ کو باعثِ ہدایت بنائے۔ آمین ثم آمین

نوٹ:۔ بہت عرصہ سے رسالہ ہذا کی کتابت ہو چکی تھی مگر کچھ مصروفیت و کچھ بے توجہی کے باعث رسالہ جلد منظرِ عام پر نہ آ سکا۔ اب حضرت مولانا الحاج ابوداؤد محمد صادق صاحب کی فرمائش و شیخ محمد افضل صاحب کی تحریک و تعاون سے رسالہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے امید ہے کہ احباب پڑھ کر دعاءِ خیر سے یاد فرمائیں گے اور اگر کوئی سقم نظر آیا تو مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

العارض: محمد فرید رضوی سعیدی ہزاروی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ اما بعد ۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ :۔ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ (پ ۲۰ سورۃ قصص)

معزز حضرات :۔ اگر آپ حضرات ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری کے متعلق یہ معلوم کرنا چاہیں کہ وہ کس شان و عظمت کے مالک تھے تو آپ مخالف مذکور کے رسالہ کے ص ۹۰۵ کو ملاحظہ فرمائیں ۔ وہ آپ کو دسویں صدی کا مجدد مانتا ہے اور آپکو اصولاً سنی اور فروعاً حنفی تسلیم کرتا ہے اور آپ کی کتابوں کے متعلق لکھتا ہے کہ (اہلسنت والجماعت اور احناف کے نزدیک اُن کی کتابیں بڑی قدر و منزلت سے دیکھی جاتی ہیں اور نزاعی مسائل میں ان کی مفصل اور صریح عبارات کو سند کا درجہ حاصل ہے (الفضل ما شھدت بہ الاعداء)

اب میں مسئلہ علم غیب اور حاضر ناظر کو انہی کی مقدس عبارات سے ثابت کرتا ہوں مولیٰ تعالیٰ علیہ مذکور کو ترک عناد کی توفیق عطا فرمائے اور عوام کو اس کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے ۔ آمین (میں "قال" لکھ کر اُس کی عبارت نقل کرونگا اور "اقول" لکھ کر اس کا جواب دوں گا)

قال :۔ "علم غیب اس کی صفات مختصہ میں سے ایک صفت ہے"

اقول :۔ اگر ہر قسم کا علم غیب اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے تب تو یہ باطل بلکہ کفر ہے ۔ کیونکہ ایک خاص اعتبار سے علم کی چار قسمیں ہیں (۱) علم مطلق محیط تفصیلی (۲) علم مطلق اجمالی (۳) مطلق علم اجمالی (۴) مطلق علم تفصیلی ۔ قسم اول تو ذات باری تعالیٰ سے مختص ہے جس کا اثبات غیر کے لئے کفر و شرک ہے لیکن باقی تین اقسام میں سے کوئی بھی ذات باری سے مختص نہیں بلکہ اگر اجمال کو لبشرط لا شئے کے مرتبہ میں لیا جائے تو مطلق علم اجمالی اور علم مطلق اجمالی دو قسمیں باری تعالیٰ کے لئے محال قرار پائیں گی ۔ اور یہ دونوں بندوں کے لئے واجب و ضروری ہوں گی ۔ اسی طرح غیب کا مطلق علم تفصیلی بھی ہر مسلمان کو حاصل ہے اور اگر مراد یہ ہے کہ علم مطلق محیط تفصیلی اس کی صفات مختصہ سے ہے تو صحیح ہے لیکن یہ متنازع فیہ اور نزاعی چیز نہیں بلکہ متفق علیہ ہے اور شق ثانی کی بنا پر جھگڑا ہی نہیں رہتا ۔ البتہ قرائن دلالت کرتے ہیں کہ علیہ مذکور کی مراد شق ثانی نہیں بلکہ شق اول ہے اور قرآن پاک کی تمام آیات نفی اسی قسم اول علم مطلق محیط تفصیلی پر محمول ہیں ۔ جس پر

تفاسیر کثیرہ شاہد ہیں۔ من شاء فلیرجع الیھا

قال :۔ "علم غیب کا مفہوم یہ ہے کہ کائنات کا ایک ذرہ بھی اُس کے علم و نگاہ سے اوجھل نہ ہو"
(ص۶ آخری سطر)

اقول :۔ اولاً تو مصنفِ عنید پر لازم تھا کہ وہ علم غیب کے مذکورہ پیش کردہ مفہوم پر کوئی دلیل قائم کرتا اور قرآن و حدیث یا امام و محدث یا کسی مفسر کا کوئی قول پیش کرتا۔ لیکن نہ صرف سرفراز صاحب بلکہ اس کی پوری جماعت "تاقیام قیامت" علم غیب کا مذکورہ پیش کردہ مفہوم کسی امام و مفسر کے قول سے ثابت نہیں کر سکتی۔ سرفراز صاحب کا مذکورہ عبارت کو پیش کرکے مقصد یہ تھا کہ میں غلط بیانی سے کام لیکر اثباتِ مدعا میں کامیابی حاصل کرلوں گا۔ لیکن اُسے یہ پتہ نہیں تھا۔ ؎

"تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں"

سرفراز صاحب :۔ کیا آپ نے کبھی قرآن پاک کی تفاسیر کو ہاتھ لگایا ہے؟ کیا حدیث شریف میں تفسیر بالرائے کے متعلق وارد شدہ وعیداتِ شدیدہ پڑھی ہیں؟ آیئے میں آپ کو تفاسیر کی روشنی میں علم غیب کا معنیٰ و مفہوم بتاؤں ؎ شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے مری بات

اس کو پڑھ کر آپ خود فیصلہ کرلیں کہ آیا علم غیب کا مفہوم وہ ہے جو آپ نے لکھا ہے یا وُہ ہے جو مفسرین کرام نے تحریر کیا ہے۔

لفظ علم کا معنیٰ تو واضح ہے جو محتاجِ بیان نہیں۔ البتہ لفظ غیب کا معنیٰ جاننا ضروری ہے مفسرین کرام نے اس کا اصطلاحی معنیٰ جو لکھا ہے وہ یہ ہے کہ الخفی الذی لا یدرکہ الحس ولا یقتضیہ بداھة العقل۔ ترجمہ۔ وہ پوشیدہ چیز جسکو نہ ہی حواس پا سکیں اور نہ ہی اس تک عقل کی رسائی ہو۔ یعنی غیب وہ ہے کہ جس کو آنکھوں سے نہ دیکھا جاسکے۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ اور پاؤں وغیرہ سے محسوس نہ کیا جاسکے اور عقل سے بھی معلوم نہ ہوسکے۔ اس تعریف کو قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیضاوی شریف ص۱۸ پر تحریر کیا ہے۔ اور وہ غیب کی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب الخ وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الاخر واحوالہ وھو المراد بہ فی الایہ یعنی غیب کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے کہ جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو (یعنی ذاتی، استقلالی۔ قدیم اور

غیر متناہی ہو یا یوں کہیں کہ علم مطلق محیط تفصیلی ہو) اور آیت کریمہ وعندہ مفاتح الغیب سے یہی مراد ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس پر کوئی دلیل ہو جیسے ذات باری تعالیٰ اس کے صفات (یعنی صفات سبع)، قیامت کا دن اور اس کے احوال۔ آیت کریمہ یومنون بالغیب سے یہی مراد ہے بالکل اسی طرح کا مضمون تفسیر روح البیان اور تاویلات نجمیہ میں موجود ہے۔ من شاء فلیطالعھما تفسیر بیضاوی کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے کہ جسے آپ ذاتی کہیں یا علم مطلق محیط تفصیلی سے تعبیر کریں۔ تمام آیات نفی میں یہی مراد ہے اور دوسری قسم عطائی یا مطلق علم تفصیلی ہے جو بندوں کے لئے ثابت ہے۔ اور آیات اثبات سے یہی مراد ہے۔ اب پہلی قسم کے جاننے کو بھی علم غیب کہا جائے گا۔ اور دوسری قسم کے جاننے کو بھی۔ کما لا یخفی علی احد من العلماء الکرام۔ البتہ اولیاء کرام عوام سے ممتاز ہوں گے اور اولیاء کرام سے انبیاء علیہم السلام اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عظمت و بزرگی کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہوں گے۔

قارئین کرام :۔ سرفراز صاحب صریح عبارات سے یہ ثابت نہیں کر سکے کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کو جاننا ہی علم غیب کہلاتا ہے۔ اور نہ ہی یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ اگر سرفراز صاحب یا ان کی جماعت کے کسی عالم میں جرأت ہے تو اپنے مدعا کے اثبات میں احناف کی مستند و مشہور کتب سے صرف ایک ہی صریح عبارت پیش کر دکھائیں۔ ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کریں۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صدقین ؎

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ✱ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اور اگر سرفراز صاحب کے پیش کردہ علم غیب کے مفہوم کو مان لیا جائے تو بھی ہمارا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کائنات کے ذرے ذرے کو جانتے ہیں۔ جسے علم ما کان وما یکون کہا جاتا ہے اور اس کا اعتراف سرفراز صاحب نے اپنے رسالہ کے صٓ پر بدیں الفاظ کیا ہے۔ کہ "انباء غیب سے غیب کی خبریں مراد ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تک جتنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہر ایک کو ان کے حال اور شان کے مطابق غیب کی خبریں مرحمت فرمائی ہیں۔

خصوصاً آنحضرتؐ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات اور ما کان و مایکون کی بیشمار خبریں علوم شریعت اسرار و حکم اور قبر و حشر اور جنت و دوزخ کی عد واحصا سے باہر خبریں آپ کو بتلائی ہیں الخ نیز صفحہ ۱۰۶ کی آخری سطر پر بحوالہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ لکھتا ہے کہ " (اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) ... ما کان و مایکون کے علوم مرحمت فرمائے ہیں "۔

قارئین کرام ! حقیقت یہ ہے کہ سرفراز صاحب نے اپنی مذکورہ عبارت میں حضور علیہ السلام کے لئے ما کان و مایکون کا علم تسلیم کرلیا ہے کیونکہ جب وہ مانتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے آپکو ما کان و مایکون کی بیشمار خبریں عطا فرمائی ہیں۔ تو یہ تسلیم کرنا بھی ضروری ہے کہ آپکو باری تعالیٰ کے بتانے سے ما کان و مایکون کی خبروں کا علم بھی ہوا جو امر بدیہی ہے۔ پھر اپنے حبیب کو ما کان و مایکون کی بے شمار خبریں غیب دی ہیں گو آپ مخبر (بالکسر) ہوئے اور ہر مخبر کیلئے اُس خبر کا علم ضروری ہے جو اُس نے دی ہے۔ چنانچہ معانی کی کتاب مطول وغیرہ میں موجود ہے کہ مخبر بالکسر کے لئے اس جز کا علم ضروری ہے جو اس نے دی ہے۔ معلوم ہوا کہ سرفراز صاحب نے درحقیقت علماء اہلسنت بریلوی کے دعوے کو تسلیم کر لیا ہے ؎ دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے ٭ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

سرفراز صاحب نے حضور علیہ السلام کے لئے علم مبارک کو تسلیم کرنے میں صرف دوسرا طریقہ اختیار کیا ہے یعنی اس نے ما کان و مایکون کا علم نہیں لکھا اور خبریں لکھ دیا ہے۔ بلکہ قاضی عیاض کے حوالہ سے خود ما کان و مایکون کے علوم کے حصول کی تشریح بھی کر دی ہے۔ سیدھا کان پکڑنے کی بجائے الٹا کان پکڑ لیا ہے اور پھر حضور علیہ السلام کے علم کو تسلیم کرنے کے باوجود اپنی جماعت کو اُلّو بنانے کے لئے یہ لکھ دیا کہ " یہ بات نزاع واختلاف سے خارج ہے " سرفراز صاحب ! آپ یہ بتائیں کہ جب حضور علیہ السلام کو ما کان و مایکون کی خبریں دی گئیں تو ان خبروں کا علم آپ کو ہوا یا نہیں ؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ہمارا مدعا ثابت ہوا۔ ؎ چشم ما روشن دل ما شاید

اور اگر آپ جواب نفی میں دیں تو میں پوچھتا ہوں کہ خبریں دینے کے باوجود آپکو کیوں کر اور کس وجہ سے علم نہ ہوا۔ علم سے کونسی علت مانع ہے اور پھر یہ کس کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو ما کان و مایکون کی خبریں تو دیں ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کو علم نہ ہوا۔ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عما یقول الظالم علوا کبیرا۔ شاید کسی نے یہ مصرعہ آپ جیسوں کے حق میں لکھا ہے کہ ؎

گزر عمر گئی ساری نہیں اب تک عقل آئی

سرفراز صاحب! یہاں تک تو میں نے آپ کے قول سے علمِ ماکان ومایکون کو ثابت کیا ہے اب میں سب سے پہلے علم غیب کے بارے میں اپنا عقیدہ تحریر کرتا ہوں اور بعد میں ملا علی قاری کی کتابوں سے علم غیب کے ثبوت میں ان کے اقوال نقل کروں گا۔

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو ماکان ومایکون اور تمام کلیات وجزئیات کا علم وحی کے ذریعے تدریجاً تدریجاً آخر عمر شریف تک عطا فرمادیا تھا اور ہمارا یہ عقیدہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی نصوص کثیرہ سے ثابت ہے لیکن چونکہ میں اس مسئلہ کے اثبات میں حضرت ملا علی قاری رح کی عبارات کا التزام کر چکا ہوں لہٰذا صرف انہی کی مستند ومشہور کتب سے ان کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ باری تعالیٰ حق پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

دلیل ۱ :۔ واما ما تعلق بعقده ای بجزم قلبه فی معرفة ربه من ملکوت السمٰوٰت والارض ای ظواهرها وبواطنهما وخلق الله تعالیٰ ای وسائر مخلوقاته العلویه والسفلیه وتعیین اسمائه الحسنیٰ ای المشتمله علی نعوت الجمال وصفات الجلال کما یقتضیه ذات الکمال و وآیاته الکبریٰ ای العظمیٰ من عجائب مخلوقاته وغرائب مصنوعاته وامور الآخرة من نشر وحشر وشدائد احوالها ومکابد اهوالها واشراط الساعة ای علاماتها من قطیعة الارحام وقلة الکرام وکثرة اللئام وکثرة الظلم من الانام واحوال السعداء فی جنة النعیم والاشقیاء فی محنة الجحیم وعلم ما کان فی بدا الامر وما یکون مما لم یعلمه و یدری فیما لا یعلمه الا بوحی فعلی ما تقدم من انه معصوم لا یاخذه فیما اعلم به منه شک ولا ریب (شرح شفا للملا علی قاری جلد ثانی صد ۲۱۲)

مذکورہ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی معرفت میں جو وہ طبق، زمینوں آسمانوں کی بادشاہی یعنی ان کے ظاہر وباطن اور ساری مخلوقات، مخلوقات علوی وسفلی اور اسمائے حسنیٰ کی تعیین یعنی وہ اسماء جو صفاتِ جلال وجمال پر مشتمل ہیں جیساکہ ذاتِ کمال کا تقاضا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وہ نشانیاں جو نہایت عظیم ہیں۔ اور عجیب وغریب مخلوقات ومصنوعات اور آخرت کے معاملات جیسے حشر ونشر جنت ودوزخ اور اس کی سختیاں اور قیامت کی نشانیاں وغیرہ اور ماکان ومایکون کا بذریعہ وحی علم تو یہ وہ چیزیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں اور ان میں سے جس چیز

کی آپکو خبر دی گئی ہے اُس میں آپ کو کبھی بھی شک و شبہ نہیں ہوا"۔ اس مذکورہ عبارت میں ملا علی قاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بالکل واضح الفاظ میں علم ماکان و مایکون کی تصریح فرما رہے ہیں۔

دلیل ۲:- اسی شفا کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرما کر اپنے ایمانوں کو تازہ کیجئے۔ حضرت ملا علی قاری شفا شریف کی اس عبارت (ومن معجزاته الباهرة ما جمعه الله له من المعارف والعلوم وخصه به من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين ومعرفته بامور شرائعه وقوانين دينه وسياسة عباده ومصالح امته) کے ماتحت شرح میں لکھتے ہیں۔

ومن معجزاته الباهرة) اى اياته الظاهرة (مما جمعه الله له من المعارف) اى الجزئية (والعلوم) اى الكلية والمدركات الظنية واليقينية والاسرار الباطنة والانوار الظاهرة (وخصه به) اى ما خصه به (من الاطلاع على جميع مصالح الدنيا والدين) اى مما يتم به اصلاح الامور الدنيوية والاخروية۔ یعنی آپ کے روشن معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکے واسطے معارفِ جزئیہ، علوم کلیہ مدرکات ظنیہ اور یقینیہ، اسرار باطنہ اور انوار ظاہرہ جمع کئے اور آپ کو دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر اطلاع دیکر خاص فرمایا۔ قارئین کرام! غور فرمادیں کہ ملا علی قاری حضور علیہ السلام کے لئے علوم کلیہ اور معارفِ جزئیہ کا کیسے صریح الفاظ میں اقرار فرما رہے ہیں اور دین و دنیا کی تمام مصلحتوں پر آپکے مطلع ہونیکا اعتراف کر رہے ہیں۔

دلیل ۳:- یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں شیخ ابو عبداللہ شیرازی کی کتاب عقائد سے نقل کرتے ہیں۔ نعتقد ان العبد ينتقل فى الاحوال حتى يصير الى نعت الروحانية فيعلم الغيب۔ یعنی ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ جب ترقی مقامات کو حاصل کر کے صفت روحانی تک پہنچتا ہے۔ تو غیب جاننے لگتا ہے۔ یعنی اس مقام کو طے کرنیکے بعد اُس کو غیب حاصل ہو جاتا ہے۔

دلیل ۴:- یہی ملا علی قاری اُسی کتاب عقائد سے مرقات شرح مشکوٰۃ میں نقل کرتے ہیں۔

يطلع العبد على حقائق الاشياء ويتجلى له الغيب وغيب الغيب :- یعنی بندے پر ترقی مقامات کے حصول کے بعد تمام اشیاء کی حقائق روشن ہو جاتی ہیں بلکہ غیبوں کا غیب بھی اُس پر روشن ہو جاتا ہے۔

دلیل ۵ :- یہی ملا علی قاری اسی مرقات میں فرماتے ہیں :- الناس ينقسم الى فطن يدرك الغائب كالمشاهد وهم الانبياء والى من الغالب عليهم متابعة الحس والوهم فقط وهم اكثر الخلائق فلا بد لهم من معلم يكشف لهم المغيبات وما هو الا النبي المبعوث لهذا الامر۔ یعنی لوگ دو قسم کے ہیں ایک وہ زیرک جو غیب کو شہادت کی طرح جانتے ہیں یہ انبیاء کی جماعت ہے دوسرا وہ جن پر صرف حس اور وہم کی پیروی غالب ہے اکثر مخلوق اسی قسم کی ہے ان کو ایک سکھانے والے کی ضرورت ہے جو اُن پر غیبوں کو کھول دے اور ایسا کرنے والا صرف نبی ہو سکتا ہے جو اسی امر کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔

دلیل ۶ یہی ملا علی قاری رح "شرح فقہ اکبر" میں ابو سلیمان دارانی رض سے نقل کرتے ہیں الفراسة مكاشفة النفس ومعاينة الغيب وهي من مقامات الايمان یعنی مومن کی جس فراست کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہے وہ روح کے کشف اور غیب کے معائنہ کا نام ہے جو مقاماتِ ایمان سے ایک مقام ہے۔

دلیل ۷ :- یہی ملا علی قاری "زبدہ شرح قصیدہ بردہ" میں فرماتے ہیں۔ علمه صلى الله عليه وسلم حاو لفنون العلم ومنها علمه بالامور الغيبية یعنی آپ کے علم کا سمندر بے شمار علوم و فنون کو حاوی ہے اور غیبوں کا علم بھی حضور علیہ السلام کے علوم کا ایک حصہ ہے۔

دلیل ۸ قصیدہ بردہ شریف کے شعر

فان من جودك الدنيا وضرتها - ومن علومك علم اللوح والقلم

کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کون علمهما من علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه تتنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق ودقائق وعوارف

ومعارف تتعلق بالذات والصفات وعلمهما انما یکون سطرا من سطور علمه ونهرا من بحور علمه۔ یعنی لوح وقلم کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہے اور یہ اس لئے کہ حضور کا علم متعدد انواع پر مشتمل ہیں۔ کلیات، جزئیات، حقائق، دقائق، عوارف اور معارف جو کہ ذات وصفات سے متعلق ہے اور لوح وقلم کا علم تو حضور کے علم سے ایک سطر اور ان کے علم کے سمندروں سے ایک نہر ہے۔

دلیل ۹ "نزہتہ الخاطر" میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اقطاب اربعہ میں سے ایک عارف کبیر حضرت سید احمد رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اطلعه علی غیبه حتی لا تنبت شجرة ولا تنخضر ورقة الا بنظره۔ یعنی بندہ جب کامل ہوتا ہے تو باری تعالیٰ اس کو اپنے غیب پر مطلع فرماتا ہے حتیٰ کہ کوئی درخت نہیں اگتا اور کوئی پتہ ہرا نہیں ہوتا مگر اس کی نظر کے سامنے ہوتا ہے۔

دلیل ۱۰ یہی ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ میں خمس لا یعلمهن الا الله کی شرح میں فرماتے ہیں فمن ادعی علم شئ منها غیر مستند الی رسول الله صلی الله علیه وسلم کان کاذبا فی دعواہ۔ یعنی جو کوئی علوم خمس میں سے کسی علم کا دعویٰ کرے اور اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کرے (کہ حضور کے بتانے سے مجھے اس کا علم ہوا) تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہوگا۔ تلك عشرة کاملة

قارئین کرام! میں نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے دس عبارتیں پیش کی ہیں۔ جن میں سے عبارت ۱، ۲، ۷، ۸ میں حضور علیہ السلام کے علم کو ما کان وما یکون اور کلی وجزوی سے تعبیر کیا ہے اور عبارت ۳، ۴، ۶، ۹ میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بندہ جب کامل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی علم غیب عطا فرما دیتا ہے اور عبارت ۵ میں یہ تصریح موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جماعت غیب کو شہادت کی طرح دیکھتی ہے۔ یعنی یہ لوگ ان چیزوں کا بھی مشاہدہ فرماتے ہیں جو باقی مخلوق سے پوشیدہ ہیں اور ان کی حواس میں بھی نہیں آسکتی۔ بلکہ اس عبارت میں انبیاء کرام کے معلم مغیبات ہونے کی بھی تصریح موجود ہے اب غور کرو کہ ملا علی قاری تو انبیاء کرام کو معلم مغیبات مانتے

ہیں اور سرفراز صاحب ان کو معلم مغیبات ماننا تو درکنار ان کے لئے علم غیب بھی تسلیم نہیں کرتے اور ملا علی قاری کی عبارت کی قطع و برید کر کے انبیاء کرام کے لئے علم غیب کا نہ ہونا ثابت کرتے ہیں (العیاذ باللہ) اور عبارت ۱۰ میں ملا علی قاری اس بات کی تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور علیہ السلام کیطرف منسوب کئے بغیر یہ دعویٰ کرے کہ مجھے علوم خمسہ سے کچھ حاصل ہے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے۔ معلوم ہوا کہ ملا علی قاری کا عقیدہ یہی ہے کہ حضور علیہ السلام کو علوم خمس حاصل ہیں۔ اسی لئے تو فرما رہے ہے کہ ان کی نسبت حضور علیہ السلام کیطرف کئے بغیر مدعی جھوٹا ہے۔

؎ آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے ✽ اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

اب میں بعون اللہ تعالیٰ و بتوفیقہ عزوجل سرفراز صاحب کے پیش کردہ دلائل کے جوابات تحریر کرتا ہوں۔ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

قال :۔ سرفراز صاحب انصار مدینہ طیبہ کے تلقیح نخل کا مفصل واقعہ ذکر کر کے اس پر انما انا بشر کے جملہ کی شرح میں ملا علی قاری کی کتاب "مرقات" سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں کہ " ای فلیس لی اطلاع علی المغیبات و انما ذلک شیئ قلتہ بحسب الظن "یعنی مجھے غیوب پر اطلاع نہیں ہے یہ بات تو میں نے اپنے گمان اور رائے سے کہی تھی۔ یہ عبارت اپنے مدلول کے لحاظ سے بالکل روشن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا۔

اقول :۔ حضور علیہ السلام نے انما انا بشر کا جملہ اپنے حق میں علی سبیل التواضع استعمال فرمایا ہے۔ اور ملا علی قاری کی عبارت سے سرفراز صاحب نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اس نے دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ ؎

اس بے بسی میں ذوق بشر کا یہ حال ہے ✽ کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

جواب ۱ اول تو اس لئے کہ علمائے اہلسنت بریلوی کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخر عمر شریف تک بذریعہ وحی حضور علیہ السلام کو بتدریج ماکان و مایکون (یعنی ابتدائے آفرینش سے لے کر جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک اور عرش سے لیکر فرش تک اور چودہ طبق یعنی جو کچھ زمینوں آسمانوں میں ہے ان سب چیزوں) کا علم عطا فرمایا ہے اور ماکان و مایکون

کا علم متناہی اور محصور ہے کیونکہ یہ محصور بین الحاصرین ہے اور جو محصور بین الحاصرین ہو وہ متناہی اور محدود ہوتا ہے اور چونکہ ماکان ومایکون کا علم متناہی ہے اور جو متناہی ہو وہ خدا کا خاصہ نہیں ہو سکتا لہذا ماکان ومایکون کا علم ذاتِ باری تعالیٰ کا خاصہ نہیں ہو سکتا چاہے تفصیلی ہی کیوں نہ ہو۔ جب علمائے اہلسنت بریلوی کا دعویٰ یہ ہے تو پھر ملا علی قاری کی عبارت ہمیں مضر نہیں ہے اس لئے کہ تکمیل تنقیح کے وقت آپ نے انما انا البشر فرمایا اور وہ وقت آپ کی عمر شریف کا آخری وقت نہ تھا بلکہ اس کے بعد بارہا وحی کا نزول ہوا اور جب آپ نے یہ فرمایا تو اس وقت تک ماکان ومایکون کی تفصیلات کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ یہ عبارت ہمارے مخالف اس وقت ہوتی جب کہ اس سے یہ ثابت ہوتا کہ آخر عمر شریف تک بھی آپ کو اس امر دنیوی کا علم نہ دیا گیا۔ اذ لیس فلیس

جواب ۲: ثانیاً اس لئے کہ عبارت منقولہ میں المغیبات کا لفظ ہے جو جمع ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ مجھے ابھی تک جمیع مغیبات کا علم نہیں ہے اور یہ بھی ہمارے خلاف نہیں۔ کیونکہ تنقیح تکمیل کے وقت تک حضور علیہ السلام کے لئے ماکان ومایکون کے جمیع مغیبات تفصیلیہ کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

جواب ۳: ثالثاً اس لئے کہ جب علمائے اہلسنت کی جانب سے وہ آیاتِ اثبات (جن میں اطلاع علی الغیب اور انباء بالغیب کا ذکر ہے) پیش کی جاتی ہیں تو وہاں مخالفین یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہاں تو صرف اطلاع علی الغیب اور انباء بالغیب کا ذکر ہے ان آیات میں علم غیب کا ذکر نہیں ہے لہذا بریلویوں کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن سرفراز صاحب نے ملا علی قاری کی عبارت نقل کرتے وقت خود یہ نہیں سوچا کہ اس عبارت میں لفظِ علم کا تو ذکر تک نہیں ہے یہاں تو لفظِ اطلاع ہے (اور اس نے ترجمہ بھی اطلاع کا کیا ہے) لیکن استدلال کرتے وقت یہ لکھ دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل نہ تھا۔ ؎ برین عقل ودانش بباید گریست

سرفراز صاحب! جب عبارت مذکورہ میں لفظِ علم کا ذکر تک نہیں ہے تو تمہارے وضع کردہ قاعدے کلیے کے مطابق تو علم کی نفی نہ ہوئی بلکہ صرف اطلاع کی نفی ہوئی اور آپ کے اور آپ کی جماعت کے بقول جب اطلاع کا اثبات علم کے ثبوت کو مستلزم نہیں تو اطلاع کی نفی علم کی نفی کو کیونکر مستلزم ہوگی اور بقول آپ کے جب اطلاع علی الغیب علم بالغیب نہیں ہے تو پھر آپ مذکورہ عبارت سے استدلال کرتے ہوئے یہ کس منہ سے لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو علم غیب حاصل

نہیں ہے ؎ شرم و غیرت اور حیا رسب کا جنازہ اٹھ گیا

اور اگر آپ کے نزدیک اطلاع علی الغیب علم بالغیب ہے تو پھر قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ صاف صاف موجود ہے کہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے ہر ایک کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا ۔ وہ تو صرف اپنے رسولوں سے جسے چاہے چن لیتا ہے تو اس صورت میں آپکو اقرار کرنا پڑے گا کہ واقعی علم غیب انبیاء و رسل قرآن پاک سے ثابت ہے ۔

الحمد للہ علی ذالک ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو اپنے آپ دام میں صیاد آ گیا

قال :۔ و فی المصابیح فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انتم اعلم بامر دنیاکم

ترجمہ :۔ اور مصابیح کی روایت میں ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دنیوی معاملات کو (مجھ سے) زیادہ جانتے ہو ۔ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توجہ رضائے الٰہی ، دین اور آخرت کیطرف ہوتی ہے اور دنیا والوں کی نگاہ دنیا کیطرف ہوتی ہے اس لئے دنیا کی چیزوں کو دنیا والے ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں ۔

اقول جواب ۱ اولاً تو سرفراز صاحب نے روایت مذکورہ کا ترجمہ غلط کیا ہے ۔ اس عنید سے پوچھو کہ (مجھ سے) کس لفظ کا ترجمہ ہے اس کا معنی تو یہ ہے کہ تم دنیا کے معاملات کو خوب جانتے ہو لیکن اس محرف نے حدیث میں تحریف کر کے (مجھ سے) کا کلمہ اپنی طرف سے بڑھا دیا

استغفر اللہ ؎ قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

جواب ۲ ثانیاً ہمارا دعویٰ تو یہ نہیں کہ آپ تلقیح نخل کے وقت بھی تمام امور دنیا کو جانتے تھے ۔ جب ایسا نہیں تو یہ روایت یا اس کی ہم معنی دیگر روایات و عبارات ہمارے خلاف ہی نہیں ہیں ۔ ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ آخر عمر شریف کے بعد سے آپ دین و دنیا کی تمام باتیں جانتے ہیں اور یہاں اس کا ذکر نہیں ہے ۔

جواب ۳ :۔ ثالثاً میں یہ پوچھتا ہوں کہ دنیوی امور کا علم کمال ہے یا نہیں ؟ اگر کہو کہ کمال نہیں تو یہ باطل ہے کیونکہ ہر قسم کا علم کمال ہے چاہے دینی ہو یا دنیوی ۔ اور دنیوی امور کے عدم کمال پر کوئی دلیل قائم ہی نہیں ہے اور اگر کہو کہ دنیوی امور کا علم کمال ہے تو پھر نبی کو اس کمال علمی سے محروم کیوں کرتے ہو ۔ کیا قرآن پاک میں یہ وارد نہیں ہے کہ ان فی خلق السمٰوٰت والارض و

اختلاف الیل والنھار لآیات لاولی الالباب جب زمینوں آسمانوں کے پیدا کرنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور ذوالعقول میں سے حضور علیہ السلام سب سے بلند مرتبے پر فائز ہیں تو پھر اس کا علم آپ کے لئے کمالاتِ علیہ سے کیونکر شمار نہ ہوگا؟ حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دین و دنیا کے تمام امور کی مصلحتوں پر مطلع فرما دیا تھا چنانچہ میں اسی بات کے ثبوت میں شرح شفا سے ایک حوالہ سرفراز صاحب کی دلیل ۳ کے جواب میں عنقریب نقل کروں گا۔

قال: سرفراز صاحب نے دلیل ۲ کے عنوان کے ماتحت غزوہ بنو المصطلق سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے شرح شفا سے ملا علی قاری کی عبارت کو نقل کر کے جو نتیجہ نکالا ہے وہ معہ عبارت درج ذیل ہے۔

وضلت ناقتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی تلک اللیلۃ فقال رجل من المنافقین کیف یزعم انہ یعلم الغیب ولا یعلم مکان ناقتہ الا یخبرہ الذی یاتیہ بالوحی فاتاہ جبرائیل علیہ السلام واخبرہ بقول المنافق وبمکان الناقۃ واخبر صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ بھا وقال ما ازعم انی اعلم الغیب ولکن اللہ اخبرنی بقول المنافق وبمکان ناقتی وھی فی الشعب وقد تعلق زمامھا بشجرۃ فخرجوا یسعون قبل الشعب فوجدوھا حیث قال و کما وصف فجاءوا بھا وامن ذلک المنافق (شرح شفا جلد ۳ ص ۱۸۳ مطبوعہ مصر)

یہ روایت ملا علی قاری نے مقامِ استدلال میں پیش کی ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں جس سے اُن کا عقیدہ واضح ہوتا ہے اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ عقیدہ منافقوں کا ہوتا تھا کہ آپ غیب جانتے ہیں جب آپ نے اس کی نفی فرما دی کہ میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں غیب جانتا ہوں تو وہ منافق راہِ راست پر آ گیا اور مسلمان ہو گیا۔

اقول: قارئین کرام سب سے قبل تو میں مذکورہ عبارت کا وہی ترجمہ نقل کرتا ہوں جو سرفراز صاحب نے تحریر کیا ہے اسے پڑھ کر انصاف فرمائیں کہ عبارت منقولہ سے وہی نتیجہ نکلتا ہے یا اس کے برعکس؟ سرفراز صاحب نے مذکورہ عبارت کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا ہے "اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی گم ہو گئی تو ایک منافق نے کہا کہ یہ کس طرح خیال کرتا ہے کہ وہ غیب جانتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے اس پر وحی لانے والا اس کو اطلاع کیوں نہیں دیتا اتنے میں جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کو منافقین کی گفتگو اور اونٹنی کی جگہ کی خبر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے صحابہ کرام کو اس کی خبر دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ میں تو نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں ہوں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے منافق کی بات اور جس مقام پر اونٹنی ہے اس کی خبر دی ہے وہ فلاں گھاٹی میں ہے اس کی باگ درخت سے اٹک گئی ہے پس صحابہ اس گھاٹی کیطرف دوڑتے نکلے تو اس اونٹنی کو اس جگہ اسی حالت میں پایا جیسی آپ نے خبر دی تھی وہ اس اونٹنی کو لے آئے اور وہ مسلمان ہو گیا۔"

اولاً تو سرفراز صاحب سے یہ پوچھا جائے کہ "وہ میں تو نہیں کہتا" کس لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے کیا یہ 'ما ازعم' کا ترجمہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ ترجمہ میں تحریف و خیانت کی گئی ہے (نعوذ باﷲ من ھٰذہ التحریف والمصاف) اس عبارت کا نتیجہ تو یہ ہے کہ منافقوں کا عقیدہ تھا کہ نبی غیب نہیں جانتا اور نبی کے علم غیب پر منافق ہی انکار کر جاتے تھے ذرا عربی اور سرفراز صاحب کے پیش کردہ ترجمہ کے خط کشیدہ الفاظ پر غور کیجئے کیا مذکورہ جملے یہ شہادت نہیں دیتے کہ سرکار کے علم غیب پر ایک منافق نے اعتراض کیا تھا؟ لیکن سرفراز صاحب نے لکھا ہے کہ "حضور علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ منافقوں کا ہوتا تھا کہ آپ غیب جانتے ہیں" خدا کی قسم ایسی تحریف تو کوئی یہودی مولوی ہی کر سکتا ہے کسی مومن کی زبان و قلم سے تو ایسی تحریف و خیانت کا سرزد ہونا بعید از عقل ہے اگر فقال رجل من المنافقین کیف یزعم انہ یعلم الغیب ولا یعلم مکان ناقتہ کا ترجمہ یہ ہوتا کہ "ایک منافق نے کہا کہ نبی تو غیب دان ہوتا ہے پھر نبی کو اپنی اونٹنی کی جگہ کا پتہ کیوں نہیں" تب تو سرفراز صاحب کا نتیجہ درست ہوتا۔ لیکن یہاں تو صاف طور پر (ترجمہ) یہ ہے کہ "ایک منافق نے کہا کہ یہ نبی جب اپنی اونٹنی کی جگہ نہیں جانتا تو یہ کیوں کر گمان کرتا ہے کہ میں غیب دان ہوں" اس عبارت سے تو اظہر من الشمس ہے کہ آپ کے علم غیب پر منافق اعتراض کر رہا ہے اور مزید لطف یہ کہ سرفراز صاحب نے منقولہ روایت کو تسلیم کرتے ہوئے صفا پر لکھ دیا ہے کہ "اس پر کوئی گرفت نہیں" ؂

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس روایت پر کوئی گرفت نہیں ہے اُسی سے علم غیب عطائی کے منکرین کا منافق ہونا ثابت ہو رہا ہے اور ملا علی قاری کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ باری تعالیٰ کی عطا سے نبی کو علم غیب حاصل ہے اور اس کے منکرین منافق ہیں اور سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ "جب حضور علیہ السلام نے

یہ فرمایا کہ میں نے کب یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں غیب دان ہوں تو وہ منافق راہِ راست پر آگیا"
یہ بھی تحریفِ معنوی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جب منافق نے آپ کے علم غیب پر اعتراض کیا
اور حضور علیہ السلام نے علم غیب عطائی کی بنا پر صحابہ کرام کو منافق کے قول اور ارادے کی جگہ
تباہی اور جیسے بتائی ویسی ہی ملی تو منافق نے علم غیب کے انکار سے رجوع کر لیا اور مسلمان
ہوگیا اور اس نے یقین کرایا کہ نبی کو واقعی علم غیب حاصل ہوتا ہے اب غور کیجئے کہ مذکورہ ہر دو
مفہوموں میں کس قدر تعارض و تناقض اور زمین و آسمان کا فرق ہے ۔ این ھذا من ذلک
شاید علامہ اقبال نے ایسوں کے حق میں یہ کہا ہے کہ ؎

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

اور ما ازعم انی اعلم الغیب سے علم غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے عطائی کی نفی نہیں ہوتی ۔
و لکن اللہ اخبرنی میں لکن کلمہ استدراک ہے جو وہم ناشی کو ختم کرنے کیلئے لایا گیا ہے
وہم یہ پیدا ہو سکتا تھا کہ کیا آپ خدا کے بتانے سے بھی غیب نہیں جانتے تو اس کے ازالہ
کے لئے آپ نے ساتھ ہی فرما دیا کہ اس بات کی خبر مجھے اللہ نے دی ہے کہ میں از خود
غیب نہیں جانتا بلکہ مجھے خدا کے بتانے سے غیب کا علم ہوتا ہے ۔ اور اگر بالفرض یہ مان لیا
جائے کہ اس عبارت سے علم غیب عطائی کی نفی ہوتی ہے تو پھر بھی یہ ہمارے خلاف نہیں
کیونکہ بقول سرفراز صاحب یہ واقعہ ۵ھ کا ہے اور اس وقت تک تو حضور علیہ السلام
کے لیے ما کان و ما یکون کے تفصیلی علوم کا کوئی مدعی ہی نہیں ہے اور موجبہ جزئیہ کی نقیض
سالبہ کلیہ آتی ہے سالبہ جزئیہ تو نہیں آتی ۔ سرفراز صاحب کوئی ایسی عبارت پیش کریں ۔
جسکا مفاد سالبہ کلیہ ہو ۔

قارئین کرام! ؎ پنبہ کجا کجا نہم تن ہمہ داغ داغ شد ۔ کے مصداق میں سرفراز صاحب
کے کس کس سوال کا جواب تحریر کروں ۔ اس کے رسالے کا تو ایک ایک لفظ اس کی جہالت
کی منہ بولتی تصویر ہے بقولِ قائل ؎ اس کا ہر لفظ جہالت کا پتہ دیتا ہے ۔

قال: ۔ چنانچہ سرفراز صاحب اپنے رسالہ کے ص۱۱ پر شفا شریف کی شرح سے ایک اور

عبارت نقل کر کے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ " تمام دنیوی امور کی تفصیلات کا علم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے ثابت کرنا حضرت ملا علی قاری کے نزدیک سنیوں کا نہیں بلکہ شیعہ شنیعہ کا وہم اور مسلک ہے" عبارت یہ ہے فلا یشترط فی حق الانبیاء العصمۃ من عدم معرفۃ الانبیاء ببعضھا کما توھمت الشیعۃ فانہ یردہ قول الھدھد لسلیمان علیہ السلام احط بما لم تحط بہ او اعتقادھا ای او من عدم اعتقادھم ایاھا علی خلاف ما ھی علیہ ای خلاف حقیقتھا کما یشیر الیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار وھم یؤبرون النخل لا علیکم ان لا تفعلوا فترکوا تابیرھا فلم یلقح منہ الا قلیل فقال انتم اعرف بدنیاکم الخ

اقول :۔ اس عبارت کو علماء اہلسنت بریلوی کے خلاف پیش کرنا جہالت (یا دھوکہ دہی پر مبنی) ہے اس میں تو ملا علی قاری شیعہ کے مسلک و مذہب کا رد فرما رہے ہیں چونکہ شیعہ تمام انبیاء کیلئے تمام امور دنیوی کی تفصیلات کا علم مانتے ہی نہیں بلکہ شرط اور ضروری قرار دیتے ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے تمام امورِ دنیوی کی تفصیلات کے عدم علم سے معصوم ہونے کا رد کرتے ہوئے مذکورہ عبارت لکھتے ہیں جس میں فلا یشترط کا لفظ واضح طور پر ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ملا علی قاری شرط اور ضروری ہونے اور عدم علم سے معصومیت کی نفی فرماتے ہیں۔ وقوع یا جواز کی نفی نہیں فرماتے اور اہل علم جانتے ہیں کہ شرط اور معصومیت کی نفی وقوع یا جواز کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ نیز شرط و ضرورت اور معصومیت کی نفی بھی تمام انبیاء کی ذوات قدسیہ سے کی جا رہی ہے اس عبارت کا بریلوی علماء کے عقیدہ سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ نہ تو یہ کسی نبی کے لئے تمام امورِ دنیوی کی تفصیلات کے علم کو ضروری اور شرط قرار دیتے ہیں اور نہ ہی اس کے عدم علم سے عصمت کو شرط ٹھہراتے ہیں۔ فالبون بینھما ظاھر

لہذا شرح شفا کی منقولہ عبارت قطعاً ہمارے خلاف نہیں ہے بڑے افسوس کا مقام ہے کہ جس کو عربی عبارات سمجھنے کی استعداد ہی نہیں اور جو فلا یشترط کے مفہوم کو ہی نہیں سمجھ سکتا وہ بھی مصنف بن بیٹھا ہے اور علمِ غیب و حاضر ناظر کی نفی میں کتابچے لکھ رہا ہے

گر ہمیں مکتب و ہمیں ملا ۔۔۔ کار طفلاں تمام خواہد شد

قارئین کرام! اگر کوئی شخص مخالف کے عقیدے کو سمجھے بغیر اس کی تردید شروع کر دے تو یہ بہت بڑی بد دیانتی ہے۔ سرفراز صاحب کا یہ شیوہ ہو چکا ہے کہ جب بھی کوئی کتاب یا تحریر کرتے ہیں تو بلا سوچے سمجھے خواہ مخواہ ورق کے ورق سیاہ کر ڈالتے ہیں۔ میں نے ان کی چند ایک کتابوں کا مطالعہ کیا ہے جن میں اکثر و بیشتر دلائل کا یہی حال ہوتا ہے اور خلط مبحث سے کام لیا جاتا ہے اور دعویٰ و دلیل میں قطعاً مطابقت نہیں ہوتی۔ اب آپ خود اندازہ فرمائیں کہ جس ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سرفراز صاحب نے بلا سوچے سمجھے نقل کر کے اہلسنت وجماعت پر چسپاں کر دی ہے (حالانکہ وہ شیعہ کے رد میں ہے) وہی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح شفا میں فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باری تعالیٰ نے تمام دین و دنیا کے امور کی مصلحتوں پر اطلاع دے کر خاص فرمایا ہے" عبارت یہ ہے۔ ای خصه به من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ای ما یتم به اصلاح الامور الدنیویة والاخرویة۔" دیکھو ملا علی قاری بالکل صاف فرما رہے ہیں کہ آپ تمام دینی و دنیوی امور کی تفصیلات کو جانتے ہیں۔ ہماری اس عبارت اور سرفراز صاحب کی مذکورہ نقل کردہ عبارت میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہے۔ کیونکہ اس کی عبارت میں جمیع انبیاء سے اشتراط و ضرورت کی نفی ہے اور ہماری عبارت میں تمام امور دنیوی اور دینی کے علم کے حصول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ بتایا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ان کے حال اور شان کے مطابق دنیوی امور کا علم عطا فرمایا ہے ملاحظہ ہو شرح شفا جلد ۲ صفحہ ۲۱ ولکنه ای الشان لایقال ای مع هذا انهم ای الانبیاء لایعلمون شیئا من امر الدنیا ای علی وجه الاطلاق فان ذلک یؤدی الی الغفلة والبله وهم المنزهون عنه ای عن مثل ذلک یؤدی الکاملون المکملون فیما هنالک بل قد ارسلوا الی اهل الدنیا ای لینبهوهم من غفلتهم ویمنعوهم عن بلاهتهم وقلدوا بصیغة المجهول ای و نقلدوا سیاستهم ای محافظتهم عما یضرهم و هدایتهم ای دلالتهم الی ما ینفعهم والنظر فی مصالح دینهم و دنیاهم

یعنی جب ملا علی قاری شیعہ شنیعہ کا رد کرتے ہوئے یہ فرما چکے کہ انبیاء کرام کے لئے تمام امورِ دنیوی کا علم ضروری اور ان کے عدم علم سے ان کی عصمت شرط نہیں تو پھر یہ وہم پیدا ہوا کہ کیا انبیاء دنیوی امور کی مصلحتوں سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ اس کے ازالہ کے لئے آپ نے لٰکن کلمہ استدراک لا کر مذکورہ عبارت لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی نبی اور رسول امورِ دنیوی کے علم سے بالکل ہی محروم نہیں ہوتا بلکہ ہر نبی و رسول کو اس کے حال و شان کے مطابق دنیوی امور سے بھی نوازا جاتا ہے۔ ورنہ ان کا غافل اور ابلہ ہونا لازم آئیگا حالانکہ وہ اس سے منزہ ہیں۔ بلکہ ان کا اہل دنیا کی طرف مبعوث ہونیکا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ یہ ان کی غفلت دور کریں اور ان کو حماقتوں سے منع کریں۔ یہ (انبیاء کرام) دنیا والوں کو مضرات سے بچانے اور نفع بخش چیزوں کیطرف رہنمائی کرنے اور ان کے دینی و دنیوی امور میں غور کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں" اور اس سے آگے فرماتے ہیں ومعرفتھم بذلک کلہ مشھورۃ یعنی انبیاء کرام کا مذکورہ بالا امور کو جاننا مشہور ہے۔

قارئین کرام! ملا علی قاری کی اس عبارت کو پڑھنے کے بعد ذرا سرفراز صاحب کے رسالہ کے ص۹ کی یہ عبارت دوبارہ پڑھیں (کہ چونکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توجہ زیادہ تر دین اور آخرت کی طرف ہوتی ہے اور دنیا والوں کی نگاہ دنیا کیطرف ہوتی ہے اس لئے دنیا کی چیزوں کو دنیا والے ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں) اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ سولہ آنے لاتعقل کا مصداق نہیں ہے؟ یقیناً ہے کیونکہ ملا علی قاری تو یہ کہتے ہیں کہ انبیاء کرام کو مبعوث ہی اسی لئے کیا جاتا ہے کہ وہ دنیا والوں کی دینی و دنیوی بھلائی کرسکیں اور سرفراز صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ دنیا سے سروکار ہی نہیں رکھتے۔ سچ یہ ہے کہ ؎ خدا جب علم لیتا ہے جہالت آ ہی جاتی ہے۔

ملا علی قاری کی ان عبارات سے ان کا عقیدہ روزِ روشن کیطرح واضح ہوگیا کہ انبیاء کرام کو دنیوی امور کی مصلحت کا علم بھی دیا گیا ہے اور چونکہ حضور علیہ السلام سب سے افضل ہیں لہذا آپ کو تمام امور کی مصلحتوں کا علم مرحمت فرمایا گیا ہے چنانچہ ملا علی قاری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں

وقد تواتر بالنقل من جمع یمتنع من تمکن بعضھم العقل عنہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعرفۃ بامور الدنیا واحوالھا ودقائق مصالحھا وسیاسۃ فرق اھلھا ما ھو معجز فی البشر حیث لم یقدر احد ان یاتی بنظام امر ھذا الباب" یعنی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ آپ امورِ دنیا اور ان کے احوال اور ان کی مصلحتوں کے دقائق کو اور دنیا میں رہنے والی تمام جماعتوں کی سیاست کو جانتے ہیں کہ جس پر کوئی دوسرا قادر ہی نہیں "۔ جو لوگ انبیاء کرام کے لئے دنیوی امور کے علوم نہیں مانتے ان کے اس عقیدہ شنیعہ کی بنا پر انبیاء کرام کا غافل و ابلہ ہونا لازم آتا ہے (العیاذ باللہ من ذلک)

چونکہ سرفراز صاحب نے اپنے رسالہ میں دلیل ۱ ، ۳ کے ضمن میں تلقیح نخل کے واقعہ میں انتم اعلم بامر دنیاکم " اور انتم اعرف بدنیاکم سے بھی استدلال کی ناکام کوشش کی ہے۔ لہذا میں اس کا صحیح مفہوم ملا علی قاری کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں تاکہ کسی قسم کا کوئی اشتباہ باقی نہ رہے چنانچہ آپ شرح شفا میں اپنی عبارت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ " جب اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو تمام امورِ دنیوی کی مصلحتوں پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ آپ نے جب انصارِ مدینہ کو تلقیح نخل کے ترک کے بارے میں حکم فرمایا تو پھل کم ہو گیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ انما انا بشر و انتم اعلم بدنیاکم تو اس کا جواب ایک تو آپ یہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا ظن کی بنا پر تھا وحی سے نہ تھا (یعنی اس وقت تک اس کے بارے میں وحی نہیں تھی۔) اور دوسرا جواب (جو انہوں نے شیخ سیدی محمد السنوسی سے نقل فرمایا ہے) یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے دراصل یہ ارادہ کیا تھا کہ لوگ متوکل بن جائیں اور خلافِ عادت پر برانگیختہ ہو جائیں (لیکن انہوں نے جلدی کرتے ہوئے جب اس معاملہ میں آپ کی اطاعت نہ کی تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی دنیا کے کام خوب جانتے ہو۔

شرح شفا شریف کی پوری عبارت درج ذیل ہے۔

وخصہ بہ ای ماخصہ بہ من الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ای ما یتم بہ اصلاح الامور الدنیویۃ والاخرویۃ واستشکل بانہ صلی اللہ علیہ وسلم وجد الانصار یلقحون النخل فقال لو ترکتموہ فترکوہ فلم یخرج شیئاً او خرج شیصا فقال انتم اعلم بامر دنیاکم واجیب بانہ انما کان ظنا منہ لا وحیا وقال الشیخ سیدی محمد السنوسی اراد انہ یحملھم علی خرق العوائد فی ذلک الی باب التوکل واما ھنا فلم یتمثلوا فقال انتم

اصحاب ہلانبیاکم ولو امتنلوا وتحملوا فی سنۃ دسنیتین لکفوا مر ھذہ المحنۃ۔ اس دوسرے جواب سے یہ معلوم ہوا کہ ملا علی قاری کے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ حضور علیہ السلام کو علم تو ہو لیکن صرف خرقِ عوائد پر برانگیختہ کرنے کے لئے آپ نے ایسا فرمایا ہو۔ بہر حال یہ عبارت ہمارے مسلک کی مؤید ہے۔ بلکہ حضرت ملا علی قاری رح تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ تلقیحِ نخل کے متعلق آپ نے جو رائے پیش فرمائی تھی وہ غلط نہ تھی بلکہ حق تھی۔ عبارت ملاحظہ ہو! وعندی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اصاب فی ذلک الظن ولو ثبتوا علی کلامہ لفاقوا فی الفن ولارتفع عنھم کلفۃ المعالجۃ فانما وقع التغییر بحسب جبایات العادۃ فلو صبروا علی نقصان سنۃ اوسنیتین لرجع النخیل الی حالہ الاول۔ وفی القضیۃ اشارۃ الی التوکل وعدم المبالغۃ فی الاسباب وقد غفل عنھا ارباب المعالجۃ من الاصحاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (شرح شفا جلد ثانی ص۳۳۳) یعنی ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ "میرے نزدیک حضور علیہ السلام اپنے اس ظن میں حق پر تھے۔ اگر صحابہ کرام آپ کی کلام پر ثابت رہتے تو اس فن میں ضرور فوقیت لے جاتے اور علاج معالجہ کی تکلیف ان سے رفع ہو جاتی اور اگر صحابہ سال دو سال کے نقصان پر صبر کر لیتے تو وہ کھجوریں ضرور اپنے پہلے حال پر آجاتیں۔ اس واقعہ میں حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو باب توکل اور اسباب میں عدم مبالغہ کا سبق دیا تھا کیونکہ وہ لوگ اس سے غافل تھے۔

قارئین کرام! مقام غور ہے کہ ملا علی قاری تو تلقیحِ نخل کے سلسلہ میں حضور علیہ السلام کی رائے کو حق فرما رہے ہیں۔ لیکن سرفراز صاحب کہہ رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی رائے غلط نکلی اور آپ سے خطا ہوئی۔ (نعوذ باللہ من ذلک) ؎

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد | جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

قال: اس کے بعد سرفراز صاحب شرح شفا سے ملا علی قاری کی مندرجہ ذیل عبارت تحریر کرتے ہیں لکنہ ای الشان اوالنبی علیہ السلام لایشترط العلم بجمیع تفاصیل ذلک بل ربما یقال انہ لایتصور لہ الاستحضار بما ھنالک وان کان عندہ من علم ذلک ای بعضہ مما حکم لہ القدر ما لیس عند جمیع البشر ای افراداً اوجمیعاً لقولہ ای النبی علیہ السلام فیما رواہ البیھقی انی لا اعلم الا

ماعلمنی ربی۔ ترجمہ لیکن بات یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ شرط نہیں کہ آپ
ان تمام امور کی تفصیل بھی جانتے ہوں۔ بلکہ بسا اوقات کہا جا سکتا ہے کہ ان امور کا استیعاب آپکے
لئے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور اگرچہ آپ کے پاس ان چیزوں کا یعنی ان میں سے بعض کا جو آپ
کے لئے مقدر ہے اتنا علم ہے جو تمام انسانوں کے پاس نہیں۔ یعنی نہ انفرادی طور پر اور نہ اجتماعی
طور پر۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جیسا کہ امام بیہقی رح نے روایت کیا ہے
کہ تحقیق سے میں نہیں جانتا مگر وہی کچھ جس کی مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی ہے الخ اس عبارت
سے معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری کے نزدیک تمام تفاصیل کا علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے
تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اقول :۔ سرفراز صاحب کی مذکورہ دلیل میں صرف ایک جملہ بظاہر کسی قدر وزنی معلوم ہوتا ہے
وہ مندرجہ ذیل ہے " لا یشترط العلم بجمیع تفاصیل ذالک " اس سے صرف کم علم اشخاص
موٹے دماغ کے طلباء اور دیہاتی مساجد کے آئمہ ہی دھوکہ کھا سکتے ہیں اور علماء کرام تو اس عبارت
سے یہی سمجھیں گے کہ سرفراز صاحب نے اس کے سمجھنے میں انتہائی ٹھوکر کھائی ہے اصل میں اسکا
مفہوم یہ ہے کہ ملا علی قاری اس عبارت میں اشتراط ہی کی نفی فرما رہے ہیں چنانچہ لا یشترط
کا لفظ اس پر صاف طور پر دلالت کر رہا ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ اشتراط کی نفی جواز یا
وقوع کی نفی کو مستلزم نہیں۔ رہا بل کے بعد والا جملہ (جس سے بظاہر بقول سرفراز صاحب تمام
امور کے تفاصیل کے استیعاب کی نفی مفہوم ہے) تو اس کا جواب اور صحیح محمل یہ ہے کہ حضور
علیہ السلام کے لئے تمام امور کی تفاصیل کا استیعاب علی سبیل الاشتراط متصور نہیں جس پر لا یشترط
کا لفظ بطور قرینہ موجود ہے۔ اگر ملا علی قاری کی اس عبارت کا یہی مطلب لیا جائے جو سرفراز
صاحب نے بیان کیا ہے تو پھر یہ عبارت آپ کی دوسری عبارت سے متعارض ہوگی جو اس سے
قبل نقل کی جا چکی ہے۔ کیونکہ اس میں من الاطلاع علی جمیع مصالح الدین والدنیا
جیسے صریح الفاظ موجود ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ باری تعالیٰ نے آپکو تمام دین و دنیا کے امور کی مصلحتوں
پر قبل از وصال شریف مطلع فرمایا تھا۔ لیکن آپ دنیوی زندگی میں ان میں سے بعض امور کے عدم علم
(یعنی نہ جاننے سے) معصوم نہ تھے اور نہ ہی ان کا علم آپ کے لئے شرط اور ضروری تھا۔

ع گر اب بھی نہ تو سمجھے پھر تجھ سے خدا سمجھے

قال :۔ سرفراز صاحب دلیل ۵ میں مسلم شریف جلد ۲ کی ایک حدیث کے تحت ملا علی قاری کی کتاب "شرح شفاء" سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہے "فاقضی له ای فاحکم علی نحو بالتنوین مما اسمع ای منه کما فی نسخته یعنی من کلامه حیث لم اعرف حقیقة مرامه وفی نسخة علی نحو ما اسمع بالاضافة فمن قضیت له من حق اخیه بشئ فیما ظهر لی علی وجه یکون الامر فی الواقع بخلافه۔ ترجمہ :۔ پس میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس طرح کہ میں اس کا بیان سنوں۔ جب کہ میں اس کے مقصد کی حقیقت کو نہ پہنچان سکوں۔ پس اس کے بھائی کے حق میں فیصلہ کر دوں جیسا کہ میرے سامنے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ معاملہ واقع میں اس کے خلاف ہو (تو وہ دوزخ کا ٹکڑا ہے) اگر آپ کو علم غیب ہے تو پھر حقیقت کو نہ پہنچنے کا کیا مطلب ہے کیا عالم الغیب پر بھی کوئی بات مخفی رہ سکتی ہے؟

اقول :۔ قارئین کرام :۔ اولاً تو آپ سرفراز صاحب سے یہ دریافت فرمائیں کہ "اگرچہ" عربی عبارت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے؟ کیا علیٰ وجہٍ کا معنی اگرچہ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس نے ترجمہ کرتے وقت اس قدر تحریف سے کام لیا ہے کہ عبارت کا اصلی مقصد بالکل بگڑ کر رہ گیا ہے۔ باقی رہا سرفراز صاحب کا "حیث لم اعرف حقیقة مرامه" سے آپ کے علم غیب کی نفی پر استدلال کرنا تو یہ بھی نرا خبط ہے کیونکہ اس سے تو آپ کے علم غیب ذاتی کی نفی ہوتی ہے جو ہمارے عقیدے کے ہرگز خلاف نہیں۔ نیز یہ واقعہ (جس کا ذکر حدیث مسلم میں ہے اور جس کی شرح ملا علی قاری فرما رہے ہیں) وصال شریف سے قبل اور عمر شریف کے آخری حصے سے پہلے کا ہے اور اگر بالفرض نہ بھی ہو تو کم از کم اس کے وصال سے پہلے ہونے کا احتمال تو ضرور موجود ہے اور یہ سرفراز صاحب کا مسلمہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور اسی طرح اگر لم اعرف حقیقة مرامه سے بالفرض علم غیب ذاتی کی نفی مراد نہ ہو تو پھر بھی اس کا احتمال تو ضرور ہے۔ اور محتمل چیز سے استدلال قاعدہ مذکورہ کی بنا پر باطل ہے۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام

کے لئے ہمارا "قضیہ جزئیہ" کا دعویٰ ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ بعض معلومات اللہ تعالیٰ معلوم لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ امر یقینی ہے کہ ماکان ومایکون کا تفصیلی علم بھی باری تعالیٰ کے علوم غیر متناہیہ کا ایک قطرہ ہے اگرچہ بالنسبۃ الی الخلق یہ کلی بھی کہلا سکتا ہے لیکن بالنسبۃ الی الخالق یہ جزئی ہے۔ اور یہ تو اہل علم جانتے ہیں کہ موجبہ جزئیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ نہیں بلکہ سالبہ کلیہ ہوتی ہے۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا حضور علیہ السلام سے ایک جزئی کی نفی کرنا ہمارے دعویٰ کے معارض ومنافی نہیں ہے مگر سرفراز صاحب کو کیا پتہ کہ موجبہ جزئیہ کیا ہوتا ہے؟ سالبہ کیا ہوتا ہے؟ اور نقیض کیا ہوتی ہے؟ یہ تو اصحاب ظواہر کے متبع ہیں۔ جن کو قرآن وحدیث کے حقائق ودقائق کی ہوا تک نہیں لگی ہے

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدے میں شیخ جی صاحب
جہاں پگڑی اچھلتی ہے اُسے میخانہ کہتے ہیں۔

قال:۔ اس کے بعد سرفراز صاحب واقعۂ افک (یعنی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقین کے بہتان کا واقعہ) نقل کرتے ہوئے موضوعات کبیر سے ملاعلی قاری رح کی ایک طویل عبارت معرض استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ ہم اس کی دلیل ۶ کے صرف وہ جملے نقل کرتے ہیں۔ جن سے اس نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ دبما جری لام المومنین عائشۃ ماجری وما اھل الافک لم یکن یعلم حقیقۃ الامر حتیٰ جارہ الوحی من اللہ تعالیٰ ببرائتہا وعند ھؤلاء الغلاۃ انہ علیہ السلام کان یعلم الحال الخ

اقول:۔ قارئین کرام! ساری عبارت بخوفِ طوالت ہم نے ترک کر دی ہے۔ ہاں ساری عبارت کا خلاصہ یہی ہے جو میں نے نقل کر دیا ہے۔ اس سے اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نہ تو ملا علی قاری حضور علیہ السلام کو غیب دان مانتے تھے۔ اور نہ ہی حاضر وناظر مانتے تھے۔ اب آپ اس کے بارے جوابات ملاحظہ فرمائیں اور بے دینوں کی عقلوں کا ماتم کریں۔

بے ہم سنگدل مجبور ہو کر اس ستمگر سے
جواب آخر ہمیں دینا پڑا پتھر کا پتھر سے

اولاً تو یہ عبارت اُن لوگوں کے رد میں ہے جو باری تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے علم کی مساوات فی المقدار کے قائل ہیں۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ منقولہ عبارت موضعات کبیر کے ص۱۲۰ پر ہے اور اس سے ایک صفحہ پہلے یعنی ص۱۱۹ پر مندرجہ ذیل عبارت ہے (جس کو سرفراز صاحب نے بھی اپنے اسی رسالہ کے ص۲۸ سے لے کر ص۳۱ تک نقل کیا ہے۔) ولکن ھؤلاء الغلاۃ عندھم ان علم رسول اللہ منطبق علی علم اللہ سواء بسواء فکل ما یعلمہ اللہ یعلم رسولہ ترجمہ:۔ لیکن غالی لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم پر برابر برابر منطبق ہے سو جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اُس کا رسول کو بھی ہے" یہ عبارت بہانگ دہل پکار رہی ہے کہ ان صفحات میں اُن لوگوں کا رد کیا جا رہا ہے جو خدا تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے علم کی مساوات کے قائل ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) اور علمائے اہلسنت بریلوی اس مساوات کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو مساوات من کل الوجوہ کے قائل کی تکفیر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ ہو اعلٰحضرت مجدد دین و ملت حامی سنت ماحی بدعت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ص۱۴۶ ۱:۔ آپ لکھتے ہیں۔ ومن اثبت مطلقا ولم ینف بوجہ فقد کفر بالآیات الناصیات یعنی جو مطلقاً مساوات کو ثابت کرے اور کسی وجہ سے نفی نہ مانے تو وہ ان آیات سے کافر ہو جاتا ہے جو نفی کرتی ہیں۔

۲ اور ص۱۴۷ پر آپ لکھتے ہیں۔ ومن اثبت شیئا منہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ من ادنیٰ من ذرۃ لاحد من العالمین فقد کفر واشرک وبار وھلک۔ یعنی جو ایک ذرہ سے بھی کمتر ذاتی علم کسی مخلوق کے لئے ثابت کرے گا تو وہ کافر و مشرک اور تباہ و برباد ہے۔ ۳ اور ص۱۸۰ پر فرماتے ہیں فھی اربعۃ اقسام واحد

منها مختص باللہ سبحانہ وتعالیٰ وھو العلم المطلق التفصیلی الخ یعنی علم کی چار قسمیں ہیں جن میں سے ایک یعنی علم مطلق تفصیلی ذاتِ باری تعالیٰ کا خاصہ ہے۔

۴ اور ص ۱۹۸ پر فرماتے ہیں فھذا قسم مختص باللہ تعالیٰ۔ یعنی یہ قسم (علم مطلق تفصیلی) ذات باری تعالیٰ سے مختص ہے۔

۵ اور ص ۲۱۲ پر فرماتے ہیں زھر وبھر مما تقرران شبھۃ مساواۃ علوم المخلوقین طرا اجمعین بعلم ربنا اللہ العالمین ما کانت لتخطر ببال المسلمین الخ یعنی تقریر سابق سے آفتاب نیم روز کیطرح ظاہر ہوا کہ باری تعالیٰ کے علم کے ساتھ مخلوق کے علم کی مساوات کے متعلق مسلمان کے دل میں کھٹکا تک نہیں ہوتا۔

۶ اور ص ۲۱۴ پر فرماتے ہیں ان زاعما یزعم باحاطۃ علومہ صلی اللہ علیہ وسلم بجمیع المعلومات الالھیۃ ثم نبطلان زعمہ وخطاء وھمہ لم تکن فیہ مساوات لعلم اللہ تعالیٰ لما ذکرنا من الفروق الخ یعنی بالفرض اگر کوئی گمان کرنے والا یہ گمان کرے کہ نبی کا علم خدا کے علم کو محیط ہے۔ تو اس کے گمان کے باطل اور وہم کے غلط ہونے کے باوجود مساوات نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ فرق بیان کیا جا چکا ہے۔

۷ اور ص ۲۰۰ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اقول ان ارادۃ التسویۃ من کل وجہ فتم اذ یلزم تدم غیرہ تعالیٰ الخ یعنی میں کہتا ہوں کہ اگر مساوات سے ہر قسم کی مساوات مراد ہے تو یہ کفر ہے کیونکہ ایسی صورت میں غیر خدا کا قدیم ہونا لازم آتا ہے۔

۸ اور سیدی وسندی وذخری لیومی وغدی محدث اعظم حجۃ الاسلام غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی مہتمم مدرسہ عربیہ انوار العلوم ملتان وشیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور اپنے رسالہ "تقریر منیر" کے ص ۲۱ پر فرماتے ہیں کہ "انبیاء علیہم السلام کا علم خواہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ اور مخلوقات کے جمیع احوال کو محیط ہو۔ (جیسا کہ حضور علیہ السلام کا علم ہے) لیکن باوجود اس کے بھی وہ متناہی بالفعل ہے اور محدود ہے۔ علم الٰہی کے مساوی ہرگز نہیں ہو سکتا"

۹ اور ص ۲۰ پر لکھتے ہیں کہ "کل علم غیر متناہی اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ کسی کے لئے

ثابت نہیں ؛

۱۰ اور ص۱۳۹ پر لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علوم غیبیہ غیر متناہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ متناہی غیر متناہی کا بعض ہوتا ہے۔ الخ

تلک عشرۃ کاملۃ

قارئین کرام :۔ میں نے اپنی جماعت کی دو مقتدر ہستیوں کی کتابوں سے دس حوالہ جات پیش کئے ہیں جن سے چند امور روز روشن کیطرح واضح ہو گئے ہیں۔

اول یہ کہ ہمارے اکابر کے نزدیک علم مطلق تفصیلی اور غیر متناہی ذات باری کا خاصہ ہے

دوم یہ کہ جو اس میں سے غیر کے لئے ایک ذرہ بھر ثابت کریگا وہ قطعاً کافر ہے۔

سوم یہ کہ حضور علیہ السلام کا علم باری تعالیٰ کے علم کے ہرگز مساوی نہیں ہو سکتا۔ جو من کل الوجوہ مساوی مانے وہ کافر ہے اور مساوی فی المقدار بھی ماننا غلط اور باطل ہے۔

اب آپ خود انصاف فرمائیں کہ ایسی نصوص صریحہ کے باوجود دیوبندی اور وہابی علماء کا یہ افتراء کہ بریلوی حضرات اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ السلام کے علم کو مساوی مانتے ہیں۔ کس قدر ظلم عظیم ہے ؟ اور پھر "موضوعات کبیر" کی منقولہ عبارت کو بریلوی حضرات پر منطبق کرنا کس قدر جہالت ہے ؟ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

ثانیاً یہ کہ "موضوعات" کی عبارت سے تو صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام وحی کی آمد سے قبل حقیقت امر کو نہ جانتے تھے اور وحی کے آنے سے آپ کو حقیقت امر کا علم ہو گیا اور بلا وحی تو حصول علم کا کوئی بھی قائل نہیں۔

ثالثاً یہ کہ آپ باعلام اللہ حقیقت امر کو جانتے تھے اسی لئے تو آپ نے فرمایا واللہ ماعلمت علی اھلی الاخیرا۔ یعنی اللہ کی قسم مجھے اپنی بیوی کی بھلائی (یعنی پاکدامنی) کا علم ہے۔ مقام غور ہے کہ حضور علیہ السلام قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ مجھے حقیقت امر کا علم ہے لیکن سرفراز صاحب کو امتی ہوتے ہوئے بھی نبی کی قسم پر اعتبار نہیں آتا۔ (العیاذ باللہ) ؎

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

باقی رہا ملا علی قاری کا ایسے عقیدے والوں کو غالی لکھنا تو یہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ نبی کو حقیقت امر کا علم مانتے تھے جس پر قرینہ یہ ہے کہ خدا کے بتائے بغیر نبی کے علم ذاتی کا تو کوئی بھی قائل نہیں (من ادعی فعلیہ البیان) رہا علم عطائی بذریعہ وحی تو اس کو ملا علی قاری کے فتوی غلو کی علت قرار نہیں دیا جا سکتا. کیونکہ اس کے تو وہ خود قائل ہیں. جس پر حتی جاءہ الوحی کا جملہ شاہد ہے لہذا ثابت ہوا کہ ان کا یہ فتوی اغلوان لوگوں کیلئے ہے جو اللہ تعالی اور مصطفے کے علم کے مساوی ہونے کے قائل ہیں.

قال :. سرفراز صاحب کی دلیل ۷ کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو داؤد اور مشکوۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت کے ان الفاظ (ان جبرائیل اتانی فاخبرنی ان فیھما قذرا الحدیث) کے ماتحت ملا علی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ :.

ولعل وجہ تاخیر الاخبار اعلام بانہ علیہ السلام لایعلم من الغیب الا بما یعلم الایۃ ھذا الحکم من السنۃ یعنی نبی کو جوتوں میں نجاست کی خبر تاخیر سے دینے میں ممکن ہے وجہ یہ بتانا ہو کہ نبی علیہ السلام (صرف اللہ کے بتانے سے ہی غیب جانتے ہیں.) بغیر اس کے بتانے کے غیب نہیں جانتے (یعنی از خود نہیں جانتے) اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کی صفت نہیں مانتے تھے.

اقول :. اولاً تو جبرائیل علیہ السلام کا آ کر خبر دینا علم کے منافی نہیں ہو سکتا کیونکہ ممکن ہے کہ علم کے باوجود آپ نے تعلیم امت کے لئے ایسا کیا ہو تاکہ قانون شرعی بن جائے جس پر مرقات کی عبارت کا جملہ او لیعلم الامۃ شہادت دیتا ہے. ثانیاً اس عبارت میں علم غیب ذاتی کی نفی اور عطائی کا ثبوت ہے. جو بعینہ ہمارا مدعا ہے کیونکہ لایعلم من الغیب الا بما یعلم میں الا حرف استثنا ہے اور اس نے لایعلم کے لا کی نفی کو ساقط کر کے کلام کو معنوی طور پر منفی سے مثبت بنا دیا ہے اور حصر کا فائدہ بھی دیا ہے. جس کا معنی یہ ہوا حضور علیہ السلام صرف عطائی طور پر غیب جانتے ہیں ذاتی طور پر نہیں جانتے. یہ عبارت تو اس اعتبار سے ہماری دلیل ہے مگر کیا کہیئے سرفراز صاحب

کی جہالت کا کہ اسکو اپنی دلیل بنا کر پیش کر رہے ہیں ؎

خدا جب علم لیتا ہے جہالت آہی جاتی ہے

ثالثاً اس عبارت میں ملا علی قاری نے دو احتمال بیان کئے ہیں۔ پہلی وجہ تاخیر کی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام تعلیم الٰہی کے بغیر نہیں جانتے تھے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ سنت رسول سے یہ حکم امت کو معلوم ہو جائے گا (دینی مدارس کے طلباء میں سے ایک مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ او کا کلمہ احد الامرین کے لئے آتا ہے مگر سرفراز صاحب اس سے بھی بے خبر ہیں ۔) بہر حال جب ملا علی قاری کی مذکورہ عبارت میں دو احتمال موجود ہیں تو سرفراز صاحب کا اس کو معرض استدلال میں پیش کرنا انتہائی جہالت ہے کیونکہ وہ اپنے رسالہ کے صـ۲۶ پر اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا ضابطہ تسلیم کر چکے ہیں ؎

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے ؛ خصوصاً رہزن رہبر نما سے

قال :۔ سرفراز صاحب دلیل ۸ میں شرح فقہ اکبر کی ایک عبارت اپنے مدعا کے اثبات میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو ثم اعلم ان الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیاء الا ما اعلمہم اللہ تعالیٰ احیانا و ذکر الحنفیۃ تصریحاً بالتکفیر باعتقاد ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا اللہ الخ۔ (سرفراز صاحب نے اس کے بعد ایک اور عبارت بھی نقل کی ہے جس کا خلاصہ اور الفاظ اسی مذکورہ عبارت کی طرح ہیں) اور آگے لکھتے ہیں کہ :۔ حضرت ملا علی قاری کی ایسی صریح اور واضح عبارت کے بعد بھی انصاف اور عقل کی دنیا میں یہ احتمال پیدا ہو سکتا ہے ۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کی صفت مانتے تھے ؟

اقول :۔ سرفراز صاحب کا ان دونوں عبارتوں کو اپنے مدعا کے اثبات اور علم غیب عطائی کی نفی میں پیش کرنا انتہائی مخبوط الحواس ہونے کی واضح دلیل ہے ۔ کیونکہ یہ

عبارت تو ہمارے دعویٰ پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں اس لئے کہ ان الانبیاء علیہم السلام لم یعلموا المغیبات الا ما اعلم اللہ تعالیٰ کا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ انبیاء کرام باعلام اللہ غیب جانتے ہیں۔ اور یہی ہمارا دعویٰ ہے الحمد للہ کہ ہمارے دعویٰ کے دلائل خود منکر بھی پیش کر رہا ہے (الفضل ما شهدت به الاعداء)

باقی رہا حنفیوں کا علم غیب کے معتقدین کی تکفیر کرنا تو یہ علم غیب ذاتی کی بنا پر ہے۔ یعنی حضور علیہ السلام کے لیے علم غیب ذاتی کا اعتقاد رکھنے والا احناف کے نزدیک کافر ہے۔ علم غیب عطائی کا معتقد کافر نہیں ہے۔ ورنہ مولوی اشرف علی تھانوی بھی اس تکفیر سے نہیں بچ سکتے۔ کیونکہ وہ تغیر العنوان کے ص۱۸ پر لکھتے ہیں کہ :۔ علوم غیبیہ جزئیہ تو کمالات نبوت میں داخل ہیں کون ان کا انکار کر سکتا ہے" اب اگر علم غیب عطائی کے معتقد کو بھی کافر کہا جائے (جیسا کہ سرفراز صاحب کہتے ہیں۔) تو پھر انہیں اپنے حکیم الامت کی تکفیر بھی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ وہ نہ صرف حضور علیہ السلام کے لیے علوم غیبیہ کا اقرار کرتے ہیں بلکہ علوم غیبیہ جزئیہ کو کمالات نبوت میں داخل مانتے ہیں۔ اور جب سرفراز صاحب حضور علیہ السلام کے لئے علم غیب جزی کو بھی نہیں مانتے (جیسا کہ ان کی تحریر سے عیاں ہیں) تو کیا وہ مولوی اشرف علی تھانوی کے بقول کمالاتِ نبوت کے منکر ہو کر مسلمان ہی رہینگے۔ مگر اسلام و ایمان ہو بھی تو جائے۔ جب ان کا سرے سے وجود ہی نہیں تو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر علم غیب عطائی کا عقیدہ قرآنی آیت قل لا یعلم الخ کے معارض ہے تو کیا تھانوی صاحب کی مذکورہ عبارت اس کے معارض نہیں ہے۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اگر ہے تو ان پر کفر کا فتویٰ کیوں نہیں؟ نیز حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شمائم امدادیہ ص۱۱۵ پر لکھتے ہیں کہ "لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے۔ اصل میں یہ علم حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ قارئین کرام :۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مسلم

بین الفریقین ہستی ہیں۔ کیسے کھلے الفاظ میں تصریح فرما رہے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو علم غیب حاصل ہوتا ہے اور یہی حق ہے۔ سرفراز صاحب ہمیں یہ بتائیں کہ ملا علی قاری کی پیش کردہ عبارت سے قائلین علم غیب عطائی کی اگر تکفیر مراد ہے تو اس نوعیت کی تمام تر عبارات سے حاجی صاحب کی بھی تکفیر ہو جائے گی۔ حالانکہ اسے آپ تسلیم نہیں کرتے۔

قارئین کرام :۔ دیابنہ اکابرین سے کس کس کی تکذیب و تکفیر کریں گے۔ ان کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ یا تو انبیاء و اولیاء کے لئے علم غیب عطائی تسلیم کرتے ہوئے اپنے گندے عقیدے سے تائب ہو جائیں یا پھر حاجی صاحب ہی نہیں بلکہ اپنے حکیم الامت اشرف علی کی تکفیر بھی کریں۔ ؂

دل کے پھپھولے جل گئے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

رہا یہ کہنا کہ "اگر علم غیب کا عقیدہ ملا علی قاری کا تسلیم کر لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ وہ ایک عقیدے کو کفر بھی کہتے ہیں اور اپناتے بھی ہیں"۔ تو یہ محض دھوکہ ہے کیونکہ جس عقیدہ کو انہوں نے کفر لکھا ہے وہ علم غیب ذاتی کا عقیدہ ہے۔ اور جسکو اپنایا ہے وہ عطائی کا عقیدہ ہے۔ ونیہا بون بعید و لکن الدیابنۃ قوم لا یفقھون

حاجی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے سرفراز صاحب کے نظریات کی خباثت کا اہلسنت والجماعت کے خلاف ہونا واضح ہو گیا۔ علاوہ ازیں حاجی صاحب اس عبارت میں تصریح فرما رہے ہیں۔ کہ جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ نبی کو غیب کا علم نہیں ہوتا اور اس کی دلیل میں حدیبیہ اور حضرت عائشہ کے معاملات یعنی واقعہ افک کو پیش کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حاجی صاحب کے نزدیک حدیبیہ اور افک کے واقعہ کو نبی کے علم غیب کی نفی کے لئے دلیل بنانا غلط ہے۔ علماء اہلسنت بریلوی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو ام المومنین حضرت عائشہ کی برارت کا اور ہار کے گم ہونے کا علم تھا اور وہابیہ دیابنہ کہتے ہیں کہ علم نہ تھا۔ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ سرفراز صاحب نے تو اپنے رسالہ میں ملا علی قاری کی موضوعات کبیر سے عبارتیں نقل کر کے واقعہ افک کے

کے علم کے قائلین کو نہ صرف غالی تک قرار دیا ہے بلکہ تکفیر بھی کر دی ہے۔ اب قارئین کرام حاجی صاحب کی عبارت کو پڑھ کر خود فیصلہ فرمائیں کہ علمائے اہلسنت کا عقیدہ وہی ہے جو حاجی صاحب کا ہے یا کوئی اور ہے؟ اسی عقیدے کی بنا پر اگر بریلوی علماء غالی یا کافر قرار پاتے ہیں (العیاذ باللہ) تو حاجی صاحب بھی اسی مخبث فتویٰ کی زد میں آ کر غالی اور کافر قرار پائیں گے۔ (نعوذ باللہ منہ) معلوم ہوا کہ اہلسنت بریلوی حضرات کے عقائد کی تائید حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

حاضر و ناظر اور ملا علی قاری

اس مسئلہ پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دینے سے قبل مختصر لفظوں میں اپنا عقیدہ واضح کرنا اور محل نزاع کو متعین کرنا ضروری ہے۔ اہلسنت والجماعت بریلوی کا دعویٰ اور عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نورانی و روحانی حیثیت د جہت سے کائنات عالم کے ذرہ ذرہ میں جاری وساری اور حاضر و ناظر ہیں۔ ہمارے اس دعویٰ و عقیدہ کے اثبات پر متعدد آیات قرآنی واحادیث نبوی وارشادات مفسرین ومحدثین موجود ہیں۔ جیسے مفصل دلائل درکار ہوں وہ غزالی زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف لطیف "تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر والناظر" کا مطالعہ کرے۔ میں یہاں چند مختصر سی گزارشات گوش گزار کرتا ہوں سرفراز صاحب کے پیش کردہ دلائل کے جوابات عرض کروں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

قارئین کرام:۔ سرفراز صاحب اپنے رسالے کے ص۲۱ پر یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ "علم غیب اور حاضر و ناظر کا عقیدہ درحقیقت ایک ہی ہے اور مآل کے اعتبار سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے" جب بقول سرفراز صاحب ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تو علم غیب کا ثبوت حاضر و ناظر اور حاضر و ناظر کا ثبوت علم غیب کا ثبوت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے انا ارسلناک شاھدا (الآیۃ) بیشک ہم نے آپ کو شاہد (حاضر) بنا کر بھیجا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے وجئنا بک علی

هٰؤُلاءِ شهيدا الغرض قرآن وحدیث میں بہت سے مقامات پر آپ کی ذات پاک پر لفظ شاہد اور شہید کا اطلاق موجود ہے اور شاہد کا معنی حاضر ہونے والا ہے" اور مولوی عبد الحفیظ بلیاوی سابق استاذ دار العلوم دیو بند اپنی کتاب مصباح اللغات کے ص۴۲۶ پر لکھتے ہیں۔ کہ "شاہد کا معنی حاضر ہونے والا ہے" اور یہی دیو بندی مولوی مذکورہ کتاب کے ص۴۲۶ پر شہید کا معنی لکھتے ہیں۔ کہ "شہید وہ ذات ہے کہ جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جلالین شریف ص۲۰ پر ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت کی تفسیر میں شہداء کا معنی حضوراً" کے ساتھ کیا ہے۔ حضوراً" حاضر کی جمع ہے جیسا کہ شہداء شہید کی جمع ہے۔ نیز یہی مولوی ص۸۳۵ پر لکھتے ہیں کہ "نبی کا معنی ہے غیب کی خبریں بتلانے والا" اسی طرح مولوی حسین احمد مدنی پوری سابق صدر مدرس مدرسہ دار العلوم دیو بند امداد السلوک کے ص۱۰ سے عبارت نقل کرتے ہوئے شہاب ثاقب ص۱۶ پر اقرار کرتے کہ "عالم امر مکان و زمان سے مقید نہیں ہے"۔ بالکل اسی امر کو حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی شمائم امدادیہ کے ص۹۶ و ۹۷ پر تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے۔ لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب وبعد وغیرہ نہیں۔ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے"۔ حاجی صاحب کی منقولہ عبارت سے جہاں عالم امر کا مقید بجہت وطرف وقرب وبعد نہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں ساتھ ہی ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر جان کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے پڑھنے کا جواز بھی ملتا ہے۔ گویا حاضر وناظر جانتے ہوئے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے پڑھنے کی تصریح فرما دی۔ ایسی تصریح ہوتے ہوئے نہ معلوم سرفراز صاحب حاجی صاحب کو کون سے خبث فتوے سے نوازتے ہیں۔ ان دو مسئلوں میں بھی (یعنی آنحضرت کے حاضر ناظر اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے میں بھی) حاجی صاحب کے کلام سے ہماری ہی تائید ہوتی ہے۔ دیابنہ کی تائید نہیں بلکہ تردید وتغلیط ہوتی ہے۔

الحمد للہ علی ذلك۔

قارئین کرام:۔ جب قرآنی آیات اور اکابر علمائے دیوبند کی تصریحات سے حضور علیہ السلام کیلئے ہر چیز کا علم ثابت ہو چکا تو پھر سرفراز صاحب کا اس سے انکار کرنا جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟ مختصر یہ کہ حضور علیہ السلام شہید ہیں اور جو شہید ہو وہ نہ صرف ہر چیز کا عالم ہوتا ہے بلکہ اسکے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی (جیساکہ "مصباح اللغات" سے نقل ہو چکا ہے) لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ حضور علیہ السلام کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں اور آپ ہر چیز کے عالم ہیں۔ اور جب ہر چیز کے عالم ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر بھی ہیں کیونکہ سرفراز صاحب تسلیم کر چکے ہیں کہ علم غیب اور حاضر و ناظر ایک ہی مسئلہ ہے۔ اگر ان عقائد کی بنا پر بریلوی حضرات (العیاذ باللہ) کافر یا مشرک ٹھہرتے ہیں تو پھر علمائے دیوبند بھی اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ آیاتِ قرآنی آپ کے حاضر ہونے کی نفی کرتی ہیں جیساکہ ارشاد باری ہے وما کنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسمیں آپکے حضور بالجسم کی نفی ہے۔ یعنی آپ کے ہر جگہ حضورِ جسمانی کی نفی ہے۔ حضورِ روحانی کی نفی نہیں۔ اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ حضورِ جسمانی کی نفی حضورِ روحانی کی نفی کو مستلزم نہیں۔ آپ کو بشری حیثیت سے تو کوئی بھی ہر جگہ حاضر نہیں مانتا (من ادعی فعلیہ البیان) البتہ آپ اپنے جسم اطہر کے ساتھ بیک وقت متعدد امکنہ میں موجود ہو سکتے ہیں جس کے استحالہ پر آج تک کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہو سکی جب کہ وقوع پر دلائل کثیرہ موجود ہیں۔ اب اس کے بعد ہم سرفراز صاحب کے اعتراضات کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔

قال:۔ سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت ملا علی قاری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ تو کیا بلکہ مسلمانوں کے اس نیک طبقہ کے حق میں بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتے جو دور سے درود شریف پڑھتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے تو میں خود سنتا ہوں اور جس نے دور سے پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ من صلی علی عند قبری سمعتہ ای سماعا حقیقیا بلا واسطۃ الی ان قال ومن صلی علی نائیا ای من بعید

کما فی روایۃ ای بعیداً عن قبری ابلغتہ ۔

نسائی دارمی مشکوٰۃ میں حضرت ابنِ مسعودؓ کی روایت کے تحت ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ اذا سلموا علی قلیلاً او کثیراً وھذا مخصوص عن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنورۃ ومضجعہ المطہر وفیہ اشارۃ الی حیاتہ الدائمۃ وفرحہ ببلوغ سلام امتہ الکامل وایماء الی قبول السلام حیث قبلتہ الملٰئکۃ وحملتہ الیہ علیہ السلام ۔

حضرت ملا علی قاری دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں :۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی عند قبری سمعتہ ای من غیر واسطۃ ومن صلی علی نائیاً ای بعیداً عنی بلغتہ الخ ان صریح عبارات کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ملا علی قاری کے نزدیک اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ یا کم از کم مسلمانوں کے گھروں میں حاضر و ناظر ہیں تو قرب و بعد کا کیا سوال ہے اور پھر فرشتوں کے واسطے کا کیا معنی ؟ یہ سب عبارتیں حضرت ملا علی قاری کی اپنی ہیں اور ان میں کوئی ایچ پیچ نہیں ۔ الغرض حضرت ملا علی قاری نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کے قائل ہیں اور نہ حاضر و ناظر کے۔ اُن کا عقیدہ بڑا صاف اور واضح ہے۔

اقول :۔ اولاً :۔ تو منقولہ عبارات ہمارے دعویٰ اور عقیدہ کے قطعاً منافی و مخالف نہیں ہیں ۔ کیونکہ دو عبارتوں میں من صلی علی نائیاً کے تحت صاف طور پر ملا علی قاری کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ ای بعیداً عن قبری اور وھذا مخصوص عن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنورۃ ومضجعہ المطہر یعنی جو میری قبر سے اور روضۂ اقدس سے دور ہو تو اس کا درود شریف پہنچایا جاتا ہے ۔ خلاصہ یہ کہ ان دونوں عبارتوں میں مصلی کے جس بُعد کا ذکر ہے وہ بُعد اور دوری حضور سے نہیں بلکہ قبر شریف اور روضۂ اقدس سے ہے ۔ آپ کی روحانیت سے دوری کا اِس عبارت میں نام تک نہیں ہے اور تیسری عبارت میں ای بعیداً عنی سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو میری جسمانیت سے دور ہے اُسکا درود میرے پاس فرشتے لاتے ہیں ۔ اسمیں بھی صرف جسمانیت سے دوری کا ذکر ہے نہ کہ روحانیت سے ۔ اور ہم آپ کو روحانیت کے اعتبار سے کائناتِ عالم کے ذرات و قطرات میں

حاضر و ناظر مانتے ہیں اور اس سے بعد ثابت نہیں۔

ثانیاً :۔ ای بعید اعنی والی عبارت سے کم از کم یہ احتمال تو موجود ہے کہ بعد سے مراد بعدِ جسمانی ہے۔

اور یہ قاعدہ تو سرفراز صاحب کا مسلمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

ثالثاً :۔ یہ کہ ان عبارات میں مصلی کے بعد اور دوری کا ذکر ہے۔ حضور علیہ السلام کے بعد اور دوری کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ مصلی کا بعد جسمانی ہے اور حضور علیہ السلام کا قرب روحانی ہے قرب کو حاضر ہونے کی دلیل تو بنایا جا سکتا ہے لیکن بعد کو حاضر و ناظر نہ ہونے کی دلیل بنانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بعد کسی اور اعتبار سے ہو اور حاضر و ناظر کسی اور اعتبار سے۔ اگر مختلف جہات کا اعتبار نہ کیا جائے تو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کتابوں میں موجود ہے لولا الاعتبارات لبطل الحکمۃ :۔ اگر مختلف جہات کا اعتبار نہ کیا جائے تو حکمتیں باطل ہو جاتی ہیں۔

قارئین کرام :۔ ذرا آپ سرفراز صاحب سے یہ دریافت کریں کہ آپکی والدہ صاحبہ بیوی ماں اور بیٹی ہے یا نہیں؟ اگر جواب شقِ اول سے ہے تو پھر پوچھیں کہ کیا آپکی والدہ جسکی بیوی ہے اُسی کی ماں اور اسی کی بیٹی ہے یا بیوی اور کسی کی ہے اور ماں کسی اور کی اور بیٹی کسی اور کی۔ یہاں جواب اگر شق ثانی سے ہے تو اب سرفراز صاحب سے پوچھیں کہ جس طرح یہاں مختلف اعتبار سے ایک عورت پر متعدد احکام مختلف جہات سے لگائے گئے ہیں اسی طرح حضور علیہ السلام پر مختلف جہات سے حاضر و ناظر ہونے اور نہ ہونے کا حکم لگایا گیا ہے۔

رابعاً :۔ یہ کہ قرب و بعد کے الفاظ سے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرنا انتہائی حماقت ہے۔ کیونکہ اگر استدلال صحیح ہو تو پھر ایسے الفاظ صحیح احادیث میں باری تعالیٰ کے حق میں بھی وارد ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ عز و جل والتقرب الیہ صہ ۱۹۶/۱۹۷ میں ہے کہ ومن تقرب منی شبراً تقربت منہ ذراعاً ومن تقرب منی ذراعاً تقربت منہ باعاً ومن اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ (رواہ مسلم) ترجمہ :۔ جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں ایک ہاتھ اُس سے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے ایک گز قریب ہوتا ہے میں ایک

اُس سے قریب ہوتا ہوں اور جو میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اُس کے پاس درمیانی چال سے آتا ہوں۔ بخاری شریف میں حدیثِ قدسی میں باری تعالیٰ فرماتا ہے مایزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل الخ یعنی جب بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب ہو جاتا ہے تو میں اُس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ سرفراز صاحب:۔ اب اگر کوئی آپ سے سبق حاصل کرکے آپ پر یہ اعتراض کر دے کہ آپ تو اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ مگر خدا یہ فرماتا ہے کہ اگر بندہ میرے ایک بالشت قریب ہو تو میں اُس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ گویا وہ پہلے بندے کے قریب نہیں ہوتا تو آپ اُسے کیا جواب دیں گے۔ اَب آپ کے لیے سوائے اِس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ آپ ہمارے پیش کردہ ضابطہ کو تسلیم کر لیں۔ باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ اگر حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تو فرشتوں کی وساطت چہ معنی دارد؟ تو یہ بھی محض جہالت ہے۔ کیونکہ اوّلاً تو فرشتوں کی وساطت کا یہ مطلب نہیں کہ آپ خود نہیں سنتے بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ خدا کے حکم سے تعمیل عبادت اور عبادت فرشتوں کی غذا ہے جو ان کو کسی نہ کسی طور پر ملتی ہے تو متعدد طریقوں میں سے یہ بھی ایک طریقہ مقرر ہو گیا۔ نیز فرشتے دربارِ رسالت کی حاضری سے انتہائی فرحت حاصل کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ نے اس شرف و فرحت کے حاصل کرنے کا ایک نظام اور طریقہ مقرر کر دیا۔ اِس قسم کی بے شمار حکمتیں ہیں جن کے تحت فرشتوں کے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اے فرشتو! چونکہ حضور علیہ السلام سنتے نہیں ہیں لہٰذا تم پہنچا دو۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ثانیاً یہ کہ درود شریف فرشتوں کی وساطت سے حضور علیہ السلام کی روح مقدس اور جسدِ پاک کے مجموعہ پر پہنچایا جاتا ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف صہ ۱۲۱ حاشیہ ۲ میں مرقات سے منقول ہے کہ دفیہ اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد یعنی اس میں آپکی روح اور جسدِ پاک کے مجموعہ پر درود شریف پہنچانے کی طرف اشارہ ہے اور فرشتوں کی وساطت سے جسد و روح کے مجموعہ پر درود شریف پہنچانا آپکی روحانیت کی جہت

ے سننے کے ہرگز منافی نہیں ہے۔

ثالثاً یہ کہ ملا علی قاری عرضِ صلوٰۃ (یعنی درود شریف پیش کرنیکو) وساطت ملائکہ میں ہرگز منحصر قرار نہیں دیتے بلکہ وہ عرضِ صلوٰۃ کے دو طریقے بیان کرتے ہوئے حدیث مشکوٰۃ ص۱۲۱ وان احد الم یصل علی الا عرضت علی صلوٰتہ حتی یفرغ منھا الخ (یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ درود شریف پڑھنے والے کا درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے) کے تحت لکھتے ہیں کہ ۔۔ امابالمکاشفۃ اوبواسطۃ الملائکۃ - یعنی یا تو درود بذریعہ مکاشفہ پیش کیا جاتا ہے اور یا فرشتوں کے ذریعے سے اور بصورتِ مکاشفہ حضور علیہ السلام خود مصلی کو دیکھتے اور اس کے درود کو سنتے ہیں۔

رابعاً مشکوٰۃ کی حدیثِ مذکورہ کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ مصلی کا درود اس کے فارغ ہوتے ہی دربارِ رسالت میں فوراً فرشتہ پیش کر دیتا ہے اور درود پڑھنے والے دور دراز کے علاقوں میں بستے ہیں۔ اب اگر فرشتے کے لئے اتنی جلدی دربارِ رسالت میں حاضر ہونے کی طاقت تسلیم کی جاسکتی ہے تو فرشتوں کے آقا حضور علیہ السلام کے لئے سننے کی طاقت کیوں نہیں مانی جاسکتی اور اگر فرشتے کے لئے اتنی جلدی حاضری کی قوت ماننا شرک نہیں تو نبی کے لئے فوراً سننے کی طاقت ماننا کیوں کر شرک ہوسکتا ہے۔

خامساً یہ کہ کسی چیز کا سنانا اور پیش کیا جانا سننے اور حاضر و ناظر ہونے کے منافی نہیں ہوسکتا۔ ورگرنہ غیر مسلم یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ بقول تمہارے خدا سب کچھ دیکھتا سنتا ہے۔ مگر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ خدا کو سب کچھ فرشتے جا کر بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ مشکوٰۃ ص۱۹۷ پر ہے کہ فاذا تفرقوا عرجوا وصعدوا الی السماء۔ یعنی جب اللہ کا ذکر نے والے منتشر ہو جاتے ہیں تو سیاحین فرشتے آسمانوں کی طرف چڑھ کر بندوں کے اعمال و حالات رب کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح کی بے شمار روایات موجود ہیں۔ جن سے معلوم ہوا کہ خدا نہ دیکھتا ہے نہ سنتا ہے۔ تو اس کا آپ کیا جواب دیں گے؟ اس کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ پیش کیا جانا سننے کے ہرگز منافی نہیں ہے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ مثال کے طور پر سابق گورنر

ملک امیر محمد خاں کے قتل ہونے کی خبر میں نے خود ریڈیو سے بھی سنی ہے اور اس کے بعد ایک آدمی نے آکر بھی سنائی ہے تو کیا اس کا سنانا اس بات کی دلیل ہے کہ میں خود نہیں سُن سکتا ؟ ہرگز نہیں ۔ جب اس کا سنانا میرے سننے کے ہرگز منافی و مخالف نہیں ہے تو فرشتوں کا سنانا یا پیش کرنا حضور علیہ السلام کے سننے کے منافی و مخالف کیوں کر ہو سکتا ہے ؟ دیکھیے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول موجود ہے کہ " ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک غفور الرحیم ۔ یعنی اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخشش دے تو تو غفور الرحیم ہے ۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں لیکن تو غفور الرحیم نہیں ہے اور اگر تو بخشش دے تو تو غفور الرحیم تو ہے لیکن وہ تیرے بندے نہیں ہیں ؟ ہرگز یہ مطلب نہیں ہے ۔ جب اس کا مطلب یہ نہیں ہے تو اس حدیث کا مطلب یہ کیسے ہو گیا کہ اگر میرے روضہ کے پاس درود پڑھا جائے تو میں خود سنتا ہوں لیکن پہنچایا نہیں جاتا اور اگر دور سے پڑھا جائے تو فرشتے پہنچاتے ہیں لیکن میں خود نہیں سنتا ہوں ؟ خلاصہ یہ ہے کہ دو شرطوں میں سے ہر ایک کی جزا اس کے لئے ثابت تو ہوتی ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ ایک شرط کے لئے دوسری شرط کی جزا کو منفی قرار دیا جائے جیسا کہ مثال مذکورہ سے واضح ہے ۔ الغرض ملا علی قاری کی عبارات سے نہ تو سرفراز صاحب کا مدعا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی یہ عبارات مسلکِ اہلسنت کے خلاف ہیں ۔

ایک اشتباہ کا جواب اس کے بعد سرفراز صاحب " شفا شریف " کی عبارت کے تحت " شرح شفا " سے ملا علی قاری کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں جو درحقیقت اہل سنت بریلوی کے دعویٰ اور عقیدہ کی تائید کرتی ہے ۔ لیکن بُرا ہو اُس تعصب کا کہ یہ حق کو قبول کرنے سے آڑے ہی آجاتا ہے اور حقائق کے مسخ پر مجبور کر دیتا ہے ۔ چنانچہ اس کی زندہ مثال خود سرفراز صاحب نے یہاں قائم کر دی ہے کہ ملا علی قاری کی عبارت میں تحریف کر کے اس میں از خود لا کو بڑھا دیا ہے جسے پڑھ کر آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اگر ملا علی قاری کی یہ عبارت مسلکِ اہلسنت کی مؤید نہ

ہوتی اور وہابیہ و دیابنہ کی بیخ کنی نہ کرتی تو سرفراز صاحب کو ایسی جسارت و بے باکی کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ اب میں وہ عبارت نقل کرتا ہوں جس میں سرفراز صاحب نے اپنا شیوہ دکھاتے ہوئے تحریف کا کرتب ظاہر کیا ہے اور یہ کوئی مستعجب کی بات نہیں بلکہ عبارات میں کمی بیشی اور ان کو مسخ کرنا ان کے اور ان کے اکابر کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جس کی متعدد مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

آمدم برسر مطلب

قال: حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں (یعنی شفاء کی عبارت کی شرح میں) لکھتے ہیں کہ "السلام علی النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ای لان روحہ علیہ السلام حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین ای من الانبیاء والمرسلین والملائکۃ المقربین السلام علی اھل البیت لعل المراد بھم مومنی الجن" (شرح شفاء جلد ۲ ص ۱۱۷) ترجمہ السلام علی النبی ورحمۃ وبرکاتہ اس لئے (نہ) پڑھے کہ آپ کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوتی ہے۔ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین سے حضرات انبیاء و مرسلین اور مقرب فرشتے مراد ہیں اور السلام علی اھل البیت سے شاید ان کے نزدیک مومن جن مراد ہے۔" چونکہ کچھ غالی قسم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب اور حاضر و ناظر کے قائل ہیں اس لئے ان کے غلط نظریہ کا دفیعہ کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری نے یہ فرمایا کہ نظریہ یہ نہ ہو کہ آپکی روح پاک مسلمانوں کے گھروں میں حاضر و ناظر ہے۔ بلکہ محض درود سمجھ کر ثواب کی خاطر پڑھے ورنہ ان کی اس عبارت سے لازم آئے گا۔ کہ جملہ حضرات انبیاء اور مرسلین اور ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مومن جن مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہوں۔ کیونکہ ان سب کا ذکر اس عبارت میں مذکور ہے۔ پھر آپ کی روح مبارک کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟

اقول: قارئین کرام:۔ سرفراز صاحب کی اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ملا علی قاری کی عبارت منقولہ میں لانہ سے پہلے حرف لا اہل مطبع کی غلطی سے رہ گیا ہے۔ اصل عبارت لا لان تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ ملا علی قاری آپ کی روح

کومسلمانوں کے گھروں میں حاضر نہیں مانتے ۔ (العیاذ باللہ من ذلک)
غور فرمائیں کہ سرفراز صاحب اصل عبارت کو کس طرح مسخ کر رہے ہیں ۔
اوّلاً :۔ تو اس لئے کہ اگر سرفراز صاحب اپنے اس دعوے میں سچے ہوتے تو وہ ضرور کسی طرح مطبع کا حوالہ دیکر لکھتے کہ فلاں مطبع کی شرح شفا میں منقولہ عبارت میں لا نہ سے قبل حرف لا موجود ہے ۔ لیکن ایسا نہ لکھنا ان کے جھوٹا ہونے کی واضح دلیل ہے ۔
ثانیاً :۔ اگر اس عبارت میں حرف لا ہوتا تو پھر تقدیر عبارت یوں ہونی چاہیئے تھی ۔
لا لانّ روحه علیه السلام حاضر فی بیوت اهل الاسلام بل یصلی علیه خالصاً لوجه الثواب :۔ لیکن بل اور اس کے بعد والی عبارت کا نہ ہونا بھی بآنگ دہل پکار رہا ہے کہ یہاں حرف لا بالکل نہیں ہے لیکن مجھے تو یہ بھی خوف ہے کہ سرفراز صاحب اپنے پرانے وتیرے کے مطابق ممکن ہے کہ یہاں بھی یہ کہہ دیں کہ بل اور اس کے بعد والی عبارت بھی کاتب اور اہل مطبع کی غلطی سے رہ گئی ہے اگر کہا جائے کہ لا کے ہونے کی صورت میں بل اور اس کے بعد والی عبارت کا ہونا کیوں ضروری ہے تو میں جواباً کہوں گا ۔ کہ جب سرفراز صاحب منقولہ عبارت کا ترجمہ لکھ کر ص۲۵ پر خلاصہ نکالتے ہیں کہ " بلکہ محض درود سمجھ کر ثواب کی خاطر پڑھے " معلوم ہوا کہ لا ہونے کی صورت میں سرفراز صاحب کے نزدیک بھی بل اور اس کے مابعد والی عبارت کا ہونا ضروری ہے ۔ مگر ملا علی قاری رح کی کتاب میں بل والی عبارت کا ذکر تک نہیں ہے لہذا ثابت ہوا کہ اس نے انتہائی تحریف سے کام لیا ہے اور سرفراز صاحب بل والی عربی عبارت کے متعلق بھی لکھتے کہ وہ کاتب کی غلطی سے رہ گئی ہے " تو پھر تو اصل حقیقت طشت از بام ہو جاتی اور علماء کرام اس کی خوب گت بناتے ۔ سرفراز صاحب کو فن تحریف میں کمال حاصل ہونے کی وجہ سے " رئیس المحرفین " کا لقب مل چکا ہے ۔ باقی رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ اگر اس عبارت میں لا کو نہ مانا جائے تو تمام انبیاء و مرسلین ملائکہ کرام اور جنوں کو بھی مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ماننا پڑے گا ۔ (کیونکہ ان سب کا ذکر عبارت میں موجود ہے) تو یہ بھی محض دھوکہ ہے ۔ کیونکہ ملا علی قاری تو صرف حضور علیہ السلام کی روحِ انور کو مسلمانوں

کے گھروں میں حاضر مانتے ہیں اور کسی نبی فرشتہ اور جن کو ہرگز حاضر نہیں مانتے۔ سرفراز صاحب کے اس اعتراض کی بنیاد محض اس بات پر ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح مبارک کے ساتھ باقی حضرات کا ذکر بھی موجود ہے لہٰذا اگر حضور علیہ السلام کی روح کو حاضر مانا جائے تو باقی حضرات کو بھی حاضر ماننا پڑے گا۔ کیونکہ روح کے ساتھ ان کا بھی ذکر موجود ہے۔ میں یہ پوچھتا ہوں کہ آیا قرآن پاک میں خدا تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کا ذکر ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر آپ یہ بتائیں کہ کیا قرآن پاک میں نبیوں رسولوں فرشتوں جنوں۔ شیطانوں اور کافروں کا ذکر بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر بقول آپ کے ان سب کا خدا تعالیٰ کیطرح ہر جگہ حاضر وناظر ہونا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ آپ نے حاضر ہونے کا جو معیار زعم کیا تھا وہ محض "ذکر ہونا" تھا جو یہاں بھی محقق ہے۔ آپ اب ٹھنڈے دل سے انتہائی غور وفکر سے اسکا جواب ڈھونڈیں۔ فما هو جوابکم فهو جوابنا

اسی طرح اگر سورۃ فاتحہ میں نبیوں، رسولوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کا ذکر ہے تو وہاں یہود ونصاریٰ کا ذکر بھی ہے تو آپ کے پیش کردہ معیار اور قول کے مطابق جو کام خدا کے نیک بندوں کے ہوں گے وہی یہود ونصاریٰ کے ہونگے الغرض آپ کا پیش کردہ ضابطہ اور معیار قطعاً غلط اور باطل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ متعدد ذوات کا ایک جگہ مذکور ہونا ان کے اشتراک فی الصفات وکمالات کو مستلزم نہیں ہے رہا یہ کہنا کہ "مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کی تحقیق کے مطابق شرح شفا کی عبارت میں حرف لا رہ گیا ہے اور ہم نے بھی آپ کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے تو میں جواباً عرض کروں گا۔ کہ مولوی یحییٰ صاحب کا قول کوئی حجت شرعی نہیں ہے کہ جس کا ماننا لازمی ہو بلکہ وہ ایک دیوبندی عالم ہیں جن کی ایسی بے بنیاد تحقیق صرف آپ جیسے گستاخانِ رسول دیابنہ کے لئے ہی قابلِ اعتماد ہو سکتی ہے۔ کوئی صحیح العقیدہ سنّی اس پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ باقی رہا یہ سوال کہ اس عبارت میں کم از کم لا کے رہ جانے کا احتمال تو ہے اور یہ مسلّمہ ضابطہ

ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ تو جواباً گذارش کروں گا کہ اس طرح کے احتمالات تو تقریباً ہر جگہ اور ہر عبارت میں نکالے جا سکتے ہیں مثلاً قل لا یعلم من فی السموٰت و الارض الغیب الا اللہ۔ اور اس جیسی تمام آیات و احادیث (جن کو مخالفین اہل سنت علم غیب کی نفی میں پیش کرتے ہیں) میں کم از کم یہ احتمال تو موجود ہے کہ یہاں ذاتی کی نفی ہے۔ یا غیر متناہی کلی کی ہے یا علم مطلق محیط تفصیلی کی۔ اسی طرح ماکنت لدیھم اذ یلقون اقلامھم اور اس جیسی تمام آیات و احادیث (جن کو مخالفین اہلسنت حاضر و ناظر کی نفی میں پیش کرتے ہیں) میں کم از کم یہ احتمال موجود ہے کہ ان میں حضور بالجسد کی نفی ہے یا بالروح کی یا بالبشریت کی۔ تو اگر ہر جگہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال کا ضابطہ تسلیم کر لیا جائے تو پھر مذکورہ دونوں آیتوں اور ان جیسی تمام احادیث میں بھی سرفراز صاحب کو مذکورہ ضابطہ تسلیم کرنا چاہیئے۔

قال:۔ اور دوسرا (احتمال) یہ ہے کہ ان کا (یعنی ملا علی قاری کا) ایک عقیدہ پہلے کا ہے اور دوسرا البعد کا۔ اور پہلے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام کے روح پاک کی بیوت اہل اسلام میں حاضری پہلے بیان کرتے ہیں۔ اور قبر مبارک سے دور درود شریف پڑھے جانے کا اور بواسطہ ملائکہ اس کے پہنچائے جانے کا ذکر بعد میں فرماتے ہیں گویا پہلے حاضر تسلیم کیا اور بعد میں رجوع کر لیا اور حضور کی نفی کر دی۔ بلکہ علم غیب کے عقیدہ کو باحوالہ کفر کہتے ہیں۔ (خلاصۃ)

اقول:۔ اولاً تو سرفراز صاحب یا اس کی جماعت میں اگر ہمت ہے تو ملا علی قاری کی صرف ایک صریح عبارت پیش کریں جسمیں آپ نے علم غیب یا حاضر و ناظر کے عقیدے سے رجوع کا اقرار و اعتراف کیا ہو۔ بلکہ آپ ائمہ دین میں سے کسی مسلّم بین الفریقین ہستی کا ایک صریح قول دکھا دیں جس سے ملا علی قاری کے رجوع کا ثبوت ملتا ہو۔ کیا سرفراز صاحب اپنے دعویٰ پر کسی کتاب سے صریح قول بطور دلیل پیش کر سکتے ہیں۔

ثانیاً:۔ ملا علی قاری کا علم غیب کے عقیدہ کو باحوالہ کفر کہنا ذاتی کی بنا پر ہے۔

دگر نہ کم از کم ذاتی کا احتمال تو موجود ہے اور قاعدہ ہے۔ کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

ثالثاً:۔ ملا علی قاری کی دونوں قسم کی عبارات (جنکو سرفراز صاحب نے نقل کر کے لکھا ہے کہ "ان کا حاضر ماننے کا عقیدہ پہلے کا ہے اور اس سے رجوع کر نیکا بعد کا ہے") میں بھی یہ احتمال موجود ہے کہ نفی والی عبارات کتابت یا اہل مطبع کی غلطی سے موخر ہوگئی ہوں اور ثبوت والی عبارات مقدم ہوگئی ہوں اور یہ قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

رابعاً:۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ "شرح شفا" کی عبارت میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس سے نفی مستفاد ہوتی ہو۔ اور جب ایک حرف بھی نفی پر دلالت کرنے والا نہیں ہے تو تقدیم و تاخیر کے قاعدے سے رجوع کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکذبین۔

اس کے بعد سرفراز صاحب نے موضوعات کبیر ص۱۱۹ کی ایک طویل عبارت نقل کر کے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ چنانچہ سرفراز صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

قال:۔ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ قد جاہر بالکذب بعض من یدعی فی زماننا العلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلم متی تقوم الساعۃ یعنی بعض مدعی علم یہ دعوی کرتے ہیں کہ سرکار ابد قرار قیامت کے وقت کو جانتے تھے۔ نیز فرماتے ہیں حاجاء فی صورۃ الاعرفتہ غیر ہذہ الصورۃ الخ یعنی جبرائیل علیہ السلام جب بھی حضور کے پاس آتے تو آپ انہیں پہچان لیتے تھے مگر اس دفعہ نہ پہچان سکے۔ و انما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ جبرائیل لبعد مدۃ! اور بیشک آپنے ایک مدت کے بعد جانا کہ یہ جبرائیل ہیں۔ اس صریح عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کو بھی سوال کے وقت نہیں پہچان سکے۔ حالانکہ یہ آپکی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ ہے۔ اگر آپ حاضر و ناظر ہوتے تو ضرور آپکو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھ لیتے اور پہچان لیتے جب حضرت جبرائیل جیسے مومن کے حق میں آپ حاضر و ناظر نہیں تو بیوت اہل اسلام میں کہاں حاضر ہوں گے۔

اقول :۔ اولاً تو ملا علی قاری اس عبارت میں ان لوگوں کی تردید کر رہے ہیں۔ جو علم باری تعالیٰ اور علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مساوات فی المقدار کے قائل ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ عبارت مذکورہ کے آخر میں خود ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ ومن اعتقد تسویۃ علم اللہ ورسولہ یکفر اجماعاً کما لا یخفیٰ اور دوسری عبارت یہ ہے ولکن ھولاء الغلاۃ عند ھم ان علم رسول اللہ منطبق علی علم اللہ تعالیٰ سواء بسواء فکل ما یعلمہ اللہ یعلم رسولہ۔ مذکورہ عبارت تو سے معلوم ہوا کہ یہاں مساوات کے قائلین کی تردید کی جارہی ہے اور ہمارا عقیدہ ہرگز ایسا نہیں۔ جس پر اس سے قبل ہم اپنے اکابر کی کتابوں سے دلائل عشرہ پیش کر چکے ہیں۔ لہذا یہ عبارت علمائے اہلسنت پہ ہرگز منطبق نہیں ہو سکتی۔

ثانیاً :۔ حضور علیہ السلام کا حضرت جبرائیل کو نہ پہنچاننا ظاہری آنکھوں سے تھا۔ نہ کہ روحانیت سے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو پھر بھی کم از کم ظاہری آنکھوں سے نہ پہنچاننے کا احتمال تو موجود ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال

ثالثاً :۔ جس کی آپ اس عبارت سے نفی کر رہے ہیں یہ بھی ایک جزئی ہے اور ہم اس سے قبل بتا چکے ہیں کہ سلب جزئی ایجاب جزئی کے منافی و مخالف اور اس کی نقیض نہیں ہے۔

رابعاً :۔ یہ عبارت سرفراز صاحب کو تب مفید ہوتی جب کہ اس میں اس بات کا ذکر ہوتا کہ آپ کو آخر عمر شریف تک بھی حضرت جبرائیل کی پہنچان نہ ہوئی تھی۔ حالانکہ اس کے خلاف ملا علی قاری کی منقولہ عبارت میں یہ الفاظ صاف طور پر موجود ہیں۔ کہ انما علم النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ جبرائیل بعد مدۃ ۔ یعنی مدت کے بعد آپکو معلوم ہوگیا کہ وہ (سائل) جبرائیل تھے اس سے علم کی نفی تو نہیں ہو رہی بلکہ ثبوت مل رہا ہے۔

خامساً :۔ حضور جسمانی یا روحانی کے لئے ہر شے کا علم وعرفان ضروری نہیں ہے۔ جیسا کہ مثال کے طور پہ سرفراز صاحب میرے پاس کھڑے ہوں

لیکن حاضر و ناظر ہونے کے باوجود مجھے پہچانتے نہ ہوں جب تک کوئی میرا ان سے تعارف نہ کرائے۔ اسی طرح حضور علیہ السلام اپنی روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ حاضر و ناظر تو ہیں لیکن جبرائیل کو اس لیے نہ پہچان سکے کہ خدا نے ابھی آپ کو اُن کی اس صورت مخصوصہ کا علم و عرفان عطا نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ عدم علم اور عدم عرفان عدم حضور کو مستلزم نہیں ہے۔ رہا سرفراز صاحب کا یہ کہنا کہ "یہ آپ کی زندگی کے آخری ایام کا واقعہ ہے" محض جھوٹ اور قطعاً غلط ہے کیونکہ سرفراز صاحب نے اپنے رسالہ میں اس واقعہ کے آخری ایام میں ہونے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا۔ اور نہ ہی تا قیام قیامت پیش کر سکتے ہیں۔ بلا ثبوت ایسا کہنا کذب صریح نہیں تو اور کیا ہے؟ اور سرفراز صاحب کے اس قول کی تردید اُن کی اپنی نقل کردہ موضوعات کبیر کی عبارت میں موجود ہے۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو وانما علم النبی علیہ السلام انہ جبرائیل بعد مدۃ۔ یعنی آپ نے ایک مدت کے بعد سائل کا جبرائیل ہونا جان لیا اس سے صاف معلوم ہوا کہ واقعہ کے بعد کافی مدت تک حضور علیہ السلام دنیا میں بقید حیات رہے تھے اور کچھ مدت کے بعد آپ کو سائل کا علم بھی ہو گیا تھا۔ جب آپ اس واقعہ کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے ہیں تو یہ واقعہ آپ کے آخری ایام کا کیسے قرار دیا جا سکتا ہے بہر حال سرفراز صاحب کا یہ قول کالبول سے کم نہیں ہے کیونکہ ان کا اپنا قول ثانی (جو موضوعات سے نقل کیا گیا ہے۔) اس کی تردید کر رہا ہے۔ اسی رسالہ میں سرفراز صاحب لکھتے ہیں کہ

قال:- خدا تعالیٰ کے ساتھ علم میں برابری کسی شق میں ہو کفر ہے۔ کیفیت یا کمیت۔ ذاتی ہو یا محیط تفصیلی ہر صورت میں کفر لازم ہے۔

اقول:- مساوات من کل الوجوہ تو یقیناً کفر ہے جو دلائل کثیرہ قطعیہ سے ثابت ہے۔ اور اسی طرح ذاتی یا محیط تفصیلی کا اثبات بھی غیر خدا کے لیے کفر ہے جس پر اس سے قبل ہم اپنے اکابر کی عبارات عشرہ پیش کر چکے ہیں۔ لیکن صرف

مساوات فی المقدار کے قائل کی تکفیر کرنا نہ صرف محل نظر ہے بلکہ شدید خطرناک اور
غلط بھی ہے۔ کیونکہ بعض بڑے علماء اور عرفاء کاملین اس کے قائل تھے۔ جن کی
تکفیر کرنا تو درکنار کسی نے تضلیل بھی نہیں کی۔ مثلاً حضرت سید ابوالحسن بکری
اور ان کے اتباع کا یہی عقیدہ تھا جیسا کہ علامہ عشماوی رح "عجب العجائب شرح
صلوٰۃ" حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رح" میں ہے کہ علامہ عمر حلبی کی کلام میں ہے
کہ سید محمد بکری کے ایک قول سے جس کی عبارت یہ ہے کہ ان النبی صلے اللہ علیہ
وسلم کان یعلم جمیع علم اللہ تعالٰی ما حاملہ مقالۃ الشیخ ھذہ صحیحۃ اذ
یجوز ان اللہ تعالیٰ یہبہ علمہ ویطلعہ علیہ ولا یکفر منہ ان یدرک
محمد صلے اللہ علیہ وسلم مقام الربوبیہ اذ العلم المذکور ثابت
للہ تعالیٰ بذاتہ وللمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم اللہ تعالیٰ ایاہ
یعنی شیخ مذکور کا یہ مقالہ حق ہے کیونکہ ممکن ہے کہ باری تعالیٰ حضور علیہ السلام کو اپنا کل
علم بخش دے۔ اور اس کل پر مطلع فرما دے اور ایسی صورت میں حضور علیہ السلام
کا علم خدا کی تعلیم سے ہوگا۔ اس لئے حضور کا رب اور الٰہ ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ
خدا کا علم ذاتی اور اور حضور علیہ السلام کا علم خدا کا دیا ہوا ہے۔ نیز شیخ عبد الحق
محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں شیخ سیدی ابوالحسن بکری کے
قول کی طرف اشارہ فرمایا لیکن باوجود اس کے نہ ان کی تکفیر کی اور نہ ہی تضلیل
فرمائی۔ بلکہ انہی کو عرفاء سے تعبیر فرمایا۔ رہا ملا علی قاری کا "تکفیر اجماعاً" کہنا
تو یہ ان کا ظن ہے۔ انہوں نے یہ گمان کر لیا کہ یہ مسئلہ خلافی نہ ہوگا۔ نیز قاری صاحب
نے اس اجماع پر کوئی دلیل قائم نہیں کی۔ حالانکہ اجماع کے لئے دلیل کی بھی ضرورت
ہوتی ہے۔ صرف قاری صاحب کا یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے۔ اگر سرفراز صاحب
ہمت کر سکیں تو کسی مستند و مشہور کتاب سے مساوات فی المقدار کے قائل کی تکفیر
پر اجماع امت کا ثبوت پیش کریں۔ لیکن یاد رکھنا کہ آپ کو اس اجماع کا ثبوت
دینا ہوگا۔ جس کا منکر کافر ہوتا ہے۔ اور جس کی قطعیت اول درجہ کی ہو

ہم ملا علی قاری کی عبارت کو اُن کا ظن اس صورت میں قرار دیتے ہیں جبکہ اس عبارۃ میں تسویہ سے مراد مساواۃ من کل الوجوہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں سید ابوالحسن بکری رضی اللہ عنہ اور اُن کے اتباع اور حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ عنہ کو بھی کافر قرار دینا پڑیگا۔ اور اگر ملا علی قاری کی عبارت کو مساواۃ من کل الوجوہ پر محمول نہ کریں بلکہ مساواۃ فی الکیفیتہ یعنی ذاتی استقلالی غیر متناہی ہونے میں مساوی مانئے تو پھر اُس کا بالاجماع کافر ہونا ہمیں مسلّم ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

قال مستزاد براں نصوص قطعیہ کا انکار بھی لازم آتا ہے۔ مثلاً لا تعلمھم نحن نعلمھم

اقول:- اولاً سرفراز صاحب یہاں اپنے خبطی ہونے کا ایک اور ثبوت دے گئے ہیں کیونکہ باری تعالیٰ کے علم سے برابری جب ہر شق میں بقول ان کے کفر ہے اور کفر ہونا نصوص قطعیہ کے انکار ہی کا نتیجہ ہے تو پھر مستزاد براں کہنا عبث ہے۔ اس لئے کہ ہر شق میں برابری کا کفر ہونا دعویٰ ہے اور نصوص قطعیہ اُس کے دلائل ہیں بقول سرفراز صاحب مگر ہوا یہ کہ جناب نے دعویٰ کو بھی دلیل بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ لا تعلمھم (الآیتہ) قطعی الثبوت تو ہے مگر قطعی الدلالتہ ہر گز نہیں ہے مدعا مذکور پر۔ یعنی اس آیت کی دلالت مساواۃ فی المقدار کی شق پر قطعی نہیں ہے۔ لہٰذا سرفراز صاحب کا یہ کہنا بھی غلط ہوا جب یہ حقیقت ہے تو پھر یہ دلیل ادعائے مذکور پر دلیل کافی اور وزنی کیسے ہو گی۔

ثانیاً۔ یہ کہ آیتہ مذکورہ کو بعض مفسرین کرام نے منسوخ قرار دیا ہے اور اس کا ناسخ اسی آیتہ میں اسی جملہ کو قرار دیا ہے جو اس کے بعد آتا ہے۔ ولتعرفنھم فی لحن القول۔ اور آپ ان کو بات کے طریقہ سے ضرور پہچان لوگے۔ چنانچہ تفسیر جمل

میں اس کے ماتحت لکھا ہے۔ فَاِنْ قُلْتَ کیف نُفِیَ عنہ علم بحال المنافقین واثبتہٗ فی قولہٖ تعالیٰ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِی لحن القول فالجواب ان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات اسی تفسیر میں آیۃ مذکورہ کے تحت لکھا ہے۔

ولتعرفنھم فی لحن القول فکان بعد ذالک لا یتکلم منافق الخ

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ آیت نفی آیت اثبات سے قبل نازل ہوئی تھی لہٰذا وہ آیۃ اثبات سے منسوخ ہو گئی ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کے حال کا علم عطا فرمایا تو پھر منافقین جب بھی آپ کے خلاف کوئی بات کرتے تو آپ کو معلوم ہو جاتا تھا۔ اگر منافقین کے حالات کا علم آپ کے لئے تسلیم نہ کیا جائے تو پھر اُن صحیح احادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔ جن سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً عینی شرح بخاری جلد ۴ صلا۲۲ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ خطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ فقال اُخرج یا فلان فانک منافق۔ فاخرج منہم ناساً الخ یعنی حضور علیہ السلام نے خطبہ جمعہ کے دوران ایک ایک منافق کا نام لے کر کئی منافقوں کو مسجد سے نکال دیا تھا شرح شفاء ملا علی قاری جلد اوّل صلا۲۴۱ میں ہے عن ابن عباس کان المنافقون من الرجال ثلثۃ مایۃ ومن النساء مایۃ وسبعین یعنی منافق مرد تین ۳۰۰ سو تھے اور عورتیں ایک ۱۷۰ سو ستر۔

اسی طرح تفسیر خازن پارہ ۴ زیر آیت ما کان اللہ لیذر المؤمنین الآیۃ ایک حدیث بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مجھ پہ میری امت پیش کی گئی ہے۔ اور مجھے بتایا گیا ہے کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا۔ اور کون کفر کرے گا۔ ان عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو منافقین کے حال کا علم دیا

گیا ہے اگر علم نہ ہوتا تو منافق کہہ کر مسجد سے نکال دینا ممکن نہ ہوتا۔ ثابت ہوتا ہے کہ سرفراز صاحب قرآنی آیات کی تفسیر سے یا تو بالکل بے خبر ہیں یا پھر عمداً تحریف معنوی کرتے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان کے گمراہی کے جال سے محفوظ فرمائے۔

(آمین) بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

تمت بالخیر

منور پرنٹرز، لاہور